بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مجالسِ جمیل

(فخر المشائخ میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی
مجددی مدظلہ کی علمی مجالس کی روداد)

(باہتمام حوزۂ نقشبندیہ، لاہور)

مرتبہ

محمد عالم مختار حق
(سیکرٹری حوزۂ نقشبندیہ)

ناشر
حوزۂ نقشبندیہ
کاشانہ شیر ربانی، مکان نمبر ۵، اجمیری سٹریٹ ہجویری محلہ، داتا گنج بخش لاہور
فون: 042-37313356-056-2591054
www.sher-e-rabbani.com
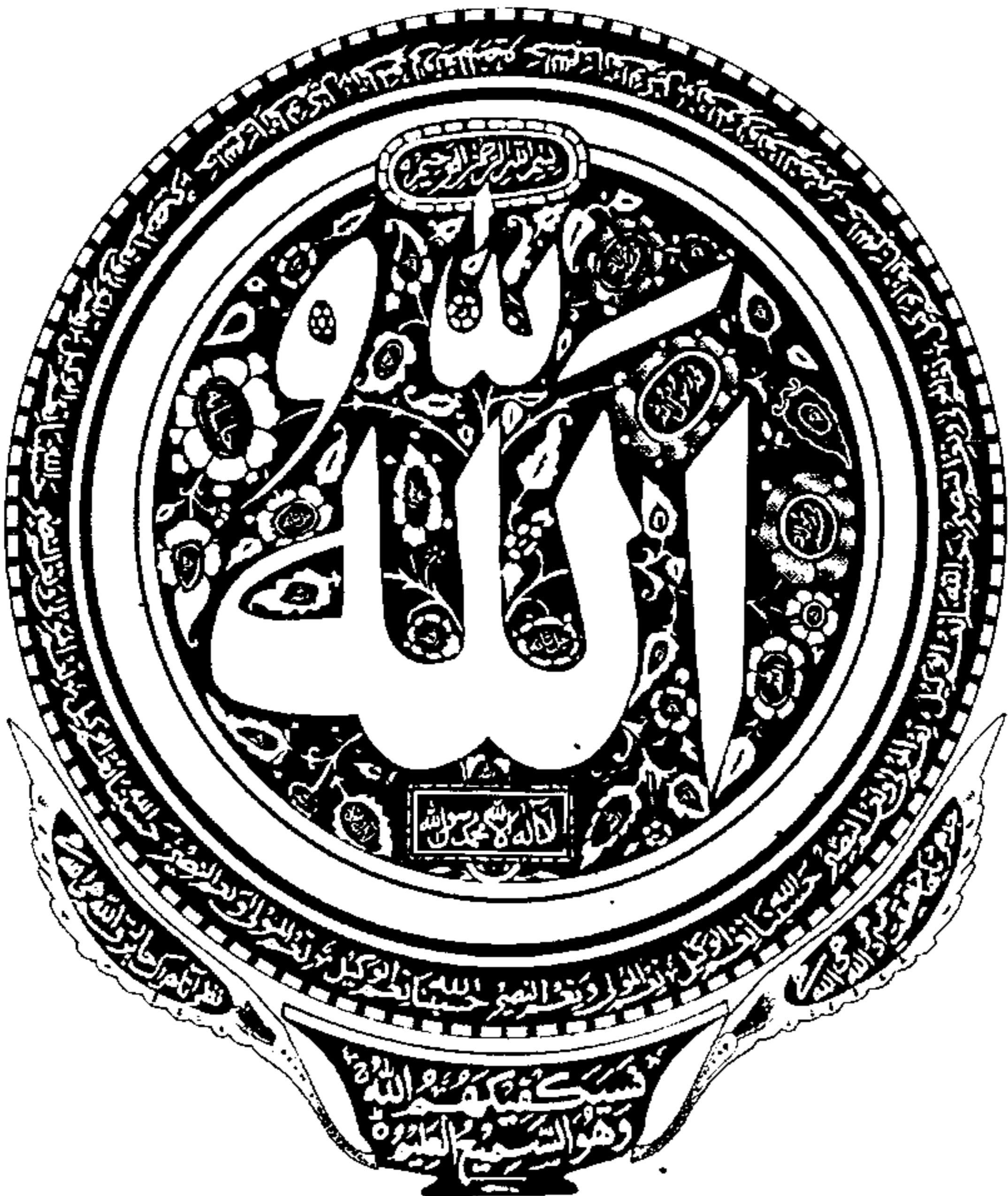
یہ قطعہ:

اعلیٰ حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری نقشبندی مجدّدی

نے اپنے دست مبارک سے رقم فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مجالسِ جمیل

فخر المشائخ میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی مدظلہ

کی علمی مجالس کی روداد

مرتبہ

محمد عالم مختار حق (سیکرٹری حوزۂ نقشبندیہ)

ناشر

حوزۂ نقشبندیہ

کاشانہ شیر ربانی۔ مکان نمبر 5۔ اجمیری سٹریٹ ہجویری محلہ داتا گنج بخش لاہور

فون نمبر: 042-37313356-056-2591054

www.sher-e-rabbani.com

سلسلہ مطبوعات حوزۂ نقشبندیہ

(۵)

زیرِ سرپرستی: فخر المشائخ میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی

نام کتاب: مجالس جمیل

مرتبہ: محمد عالم مختار حق

پروف ریڈنگ: محبوب عالم تھابل

کمپوزنگ باہتمام: شیراز فیض بھٹی۔ سعید احمد صدیقی

فارمیٹنگ: نثار بٹ (لاثانی کمپیوٹر گرافکس)

مطبع: لاثانی بک پیلس لاہور

تعداد: 1000 (ایک ہزار)

اشاعت: ۲۰۱۰ء

ہدیہ: ۴۰ روپے

ناشر

حوزۂ نقشبندیہ

کاشانہ شیر ربانی۔ مکان نمبر 5۔ اجمیری سٹریٹ ہجویری محلہ داتا گنج بخش لاہور

فون نمبر: 042-37313356-056-2591054

www.sher-e-rabbani.com

ری انتہائے نگارش یہی ہے　　　　ترے نام سے ابتدا کر رہا ہوں

گفتنی

فخر المشائخ حضرت قبلہ میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری نقشبندی مجددی سجادہ نشین
ربار عالیہ حضرت میاں شیر محمد شرقپوری اپنی ذات میں ایک انجمن ہیں۔ وہ صرف رہبر طریقت ہی
ہیں بلکہ مبلغ اسلام بھی ہیں اور علم کے فروغ بالخصوص سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کی تعلیمات کی اشاعت
بں آپ کی مساعی قابل داد ہیں۔ آپ نے خطہ پنجاب میں مجددیت کی جس تحریک کو زندہ کیا اس
نے اب عالمگیر تحریک کی صورت اختیار کرلی ہے۔ آپ اس سلسلے میں مقامی طور پر بھی کوشاں رہتے
ہیں اور ہر سال یوم مجدد الف ثانی منانے کے لیے ذرائع ابلاغ کا استعمال بھی کرتے ہیں۔ وہ وقتاً
فوقتاً وابستگان علم وفضل کو کسی موزوں موضوع پر دعوت خطاب بھی دیتے ہیں جس سے مجددیت پر
ہونے والی پیشرفت کا اندازہ بھی ہوتا رہتا ہے اور مستقبل کے پروگرام سے بھی آگاہی ہوتی
ہے۔ آپ اس سلسلے میں اٹھنے والے جملہ اخراجات بھی برداشت کرتے ہیں اور خطابات وتقاریر
میں پیش کردہ تجاویز پر عمل پیرا بھی ہوتے ہیں اور اس طرح اسکالرز حضرات کی حوصلہ افزائی بھی
کرتے ہیں۔ آپ نے ۱۲ ستمبر ۲۰۰۹ء کو "بیت النور" (جوہر ٹاؤن لاہور) میں دعوت افطار کا اہتمام کیا
اور پھر ۲ نومبر ۲۰۰۹ء کو چودھری محمد حنیف صاحب چیف لائبریرین پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور
کے اعزاز میں ان کے برطانیہ کے کامیاب دورہ سے واپسی پر بند روڈ پر واقع حبیب اللہ بھٹی صاحب
کی رہائش گاہ پر ظہرانہ دیا۔ اسی طرح راقم کے غریب خانہ پر ۱۴ جنوری ۲۰۱۰ء کو ایک نشست میں اپنے
ماہنامہ "نور اسلام" کے اجراء کے بارے میں مفید گفتگو کی جسے اس نقطہ نظر سے محفوظ کرلیا گیا ہے کہ
آئندہ جو اسکالر "نور اسلام" پر تحقیقی مقالہ لکھنا چاہے اسے رسالہ کی بنیادی معلومات مہیا ہو سکیں۔

حضرت میاں صاحب نے عملی طور پر تعلیمات مجددیت کے فروغ کے لیے قلم
وقرطاس کا بھی سہارا لیا اور متعدد کتابیں تصنیف وتالیف فرمائیں۔ اور دیگر اہل علم حضرات سے بھی
لکھوائیں۔ علاوہ ازیں پیشین ومعاصرین کی بعض اہم کتابوں کے تازہ ایڈیشن شائع کر کے انھیں

فی سبیل اللہ تقسیم کیا۔ایسی کتابوں کی افادیت کے پیش نظر بعض کتابوں کے عکسی ایڈیشن ترکی سے بھی شائع ہوئے۔میاں صاحب کی ان قلمی کاوشوں پر تحقیق کرنے کی گنجائش موجود ہے۔دیکھیں یہ سعادت کس خوش بخت کے حصہ میں آتی ہے:

صلائے عام ہے یاران نکتہ داں کے لیے

پیشتر اس کے کہ میں خوانندگان گرامی کی خدمت میں میاں صاحب کی ان علمی مجالس کی روداد پیش کروں، میں انھیں دعوت دیتا ہوں کہ وہ پہلے پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی مدیر ماہنامہ ''جہان رضا'' لاہور کی ''یادیار مہرباں آید ہمی'' کا مطالعہ کریں۔بعدہ ٗروداد۔پہلے پس منظر۔میرا ایک عرصہ سے معمول ہے کہ ہر ہفتہ کو فاروقی صاحب کے مکتبہ نبویہ پر حاضری دیتا ہوں اور اس بہانے ان سے اور اپنے مشترکہ احباب سے شرف دید بھی حاصل ہو جاتا ہے۔فاروقی صاحب اپنی یادوں کو ''جہان رضا'' کے اوراق میں وقتاً فوقتاً مختلف عنوانات کے تحت تازہ کرتے رہتے ہیں۔اب میں نے ان سے گزارش کی کہ آپ کے حضرت میاں صاحب سے دیرینہ مراسم ہیں اور یہ عرصہ رفاقت کم وبیش نصف صدی پر محیط ہے۔مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ ان کے ساتھ بیتے لمحوں کی کہانی مجھے املا کرادیں تاکہ یہ یادیں بمصداق ''نوشتہ بماند سیاہ برسفید'' آپ کے سینہ سے صفحہ قرطاس کے سفینہ میں منتقل ہو جائیں۔انھوں نے میری درخواست کو درخور اعتنا سمجھتے ہوئے مجھے ساتھ لیا اور مکتبہ نبویہ کی بغل میں واقع انجمن حزب الاحناف کے دفتر میں جا بیٹھے اور اپنی یادوں کو ''یادیار مہرباں آید ہمی'' کے عنوان سے املا کرادیا۔فاروقی صاحب کی یادوں کے علاوہ بھی قارئین کرام کو مطالعہ کے لیے بہت کچھ ملے گا۔اس ''بہت کچھ'' کی تصریح متعلقہ تحریروں کے ساتھ ہی کردی گئی ہے:

ورق گرداں تابخوانی فکر ہائے رنگارنگ

لاہور ۱۴ مئی ۲۰۱۰ء　　　　محمد عالم مختار حق

یادِ یارِ مہرباں آید ہمی

پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی

مدیر ماہنامہ "جہان رضا" لاہور

مجھے فخر المشائخ پیر طریقت حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری نقشبندی مجددی مدظلہ العالی سے پچاس سال سے زیادہ نیازمندی کا شرف حاصل ہے۔ صاحبزادہ صاحب ابھی نوجوان تھے تو میرے غریب خانہ پر تشریف لاتے اور بڑی میٹھی میٹھی باتوں سے نوازتے۔ باتوں کے درمیان کبھی کبھی خانوادۂ عالیہ شرقپوریہ کے بعض احوال اور فضائل پر بھی گفتگو کرتے جس سے حضرت شیر ربانی میاں شیر محمد شرقپوری اور حضرت میاں غلام اللہ صاحب شرقپوری کے کمالات سامنے آتے۔ صاحبزادہ صاحب بڑے شفیق اور نفیس انسان بن کر میرے احباب کے حلقے میں آئے اور میں بھی ان کے ساتھ نیازمندانہ تعلق خاطر رکھتا۔ کبھی کبھی انھیں ملنے کے لیے شرقپور شریف چلا جاتا۔ اگر وہ چند روز نہ آتے، میں اپنے اندر ایک بے چینی سی محسوس کرتا۔

مجھے یاد ہے کہ صاحبزادہ میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری سے بعض اوقات باتیں کرتے کرتے آدھی رات ہو جاتی اور وہ میرے غریب خانہ ہی میں سو جاتے۔ میں چونکہ گورنمنٹ ملازم تھا، سارا دن دوڑ دھوپ کرتا، تھکا ماندہ گھر پہنچتا، رات کو صاحبزادہ صاحب میرے پاس آتے، حضرت مجدد الف ثانی کی باتیں کرتے۔ میری تھکاوٹ دور ہو جاتی۔ ایک رات سحری کے وقت میری آنکھ کھلی تو میں نے دیکھا کہ جواں سال پیرزادہ نفل پڑھ رہا ہے اور سجدے میں پڑا آہ نیم شبی میں مشغول ہے۔ صبح ہوئی ناشتے پر بیٹھے تو میں نے عرض کیا: میاں صاحب! رات کو آپ کیا "حرکت" کرتے ہیں؟ انھوں نے حیران ہو کر پوچھا، مجھ سے کیا غلطی ہو گئی ہے۔ میں نے عرض کیا کہ آپ جواں سال ہیں، پیرزادہ ہیں، صاحبزادہ ہیں، آدھی رات کے وقت نفل پڑھنا اور پھر زار و قطار رونا تو بوڑھے بزرگوں کا کام ہے۔
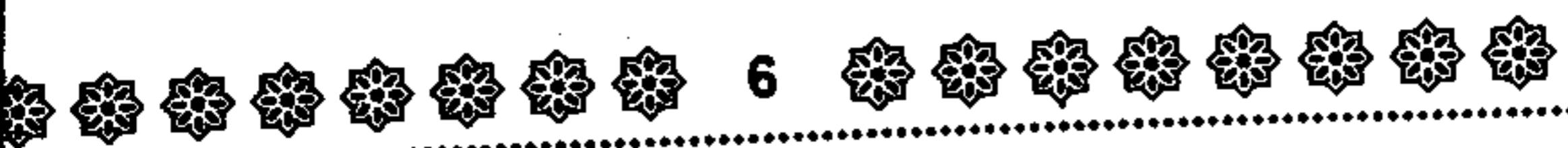
آپ بہت خوش ہوئے، مسکرائے اور میرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہنے لگے: میں نے تجھے بے آرام تو نہیں کیا۔

ان سے ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رہا حتیٰ کہ وہ ایک پیر طریقت کی حیثیت سے سامنے آنے لگے۔ ان کے اردگرد مریدوں کا ایک وسیع حلقہ جمع رہتا۔ جو بیعت کرتے، ان کی اصلاح کرتے۔ آپ کچھ عرصہ بعد چوک دالگراں کے پاس ''مقبول عام پریس'' کے ایک کمرے میں قیام کرنے لگے۔ کبھی کبھی شرقپور شریف سے آتے، اپنے کمرے میں تشریف فرما ہوتے، ان کے اردگرد علماء شعراء اور اہل علم کا حلقہ ہوتا اور بعض اوقات مریدین باصفا کا ہجوم رہتا۔ میں ان سارے حلقوں میں شریک ہوتا۔ نہ ان سے کتاب پڑھتا، نہ بیعت کرنے کی ہمت کرتا اور نہ ہی کسی روحانی مسئلے پر ان سے گفتگو کرتا۔ وہ بھی مجھے فری لانسر (آزاد منش) خیال کر کے کبھی دعوت بیعت نہ دیتے۔ وقت گزرتا گیا، وہ لوہاری دروازے کے باہر مدینہ پریس کی چھت پر ایک حجرے میں اپنی مجالس قائم کرنے لگے۔ ان مجالس میں علمائے کرام، مریدان باصفا اور ان کے احباب آنے لگے۔ اس عرصے میں آپ عملی زندگی کی طرف آگے بڑھے۔ یوم مجدد منانے کا اہتمام کرنے لگے۔ لاہور کے علاوہ پاکستان کے تمام شہروں میں یوم مجدد منا کر تعلیمات مجددیہ کو عوام و خواص تک پہنچانے لگے۔ یہ ان کی روحانی اور مجلسی زندگی سے ہٹ کر عملی زندگی کا دور تھا۔ آپ یوم مجدد پر بڑے بڑے اشتہارات چھپواتے' انھیں دیواروں، مسجدوں اور خانقاہوں پر لگواتے' جس سے لوگوں کے اندر حضرت مجدد الف ثانی کے کمالات کی تحریک پیدا ہوتی۔ ہر سال ملک بھر میں متعدد مقامات پر یوم مجدد کے انعقاد کے علاوہ آپ نے اشاعتی سرگرمیوں میں بھی بھرپور حصہ لیا۔ چنانچہ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کی اشاعت کے لیے شرقپور شریف سے آپ نے اپنے ادارہ ''دارالمبلغین'' سے ایک ماہنامہ ''نور اسلام'' کا اجرا کیا جو بحمد اللہ نصف صدی سے زائد عرصہ سے بلا تعطل افق مجددیت پر اپنی کرنیں بکھیر رہا ہے۔ اس رسالے نے حضرت مجدد الف ثانی پر تین ضخیم جلدوں پر مشتمل یادگار نمبر شائع کیا۔ اسی طرح اولیائے نقشبند پر بھی دو جلدوں میں بے مثال نمبر شائع کیا جو

آج بھی نقشبندی اسکالرز کے لیے مشعل راہ کا کام دے رہا ہے۔میاں صاحب نے حضرت مجدد الف ثانی پر نہ صرف خود بھی کتابیں لکھیں بلکہ مجدد صاحب کے فضائل ومناقب پر بعض دیگر مصنفین کی کتابیں بھی سینکڑوں کی تعداد میں خرید کر بلا معاوضہ تقسیم کیں۔میاں صاحب کی حضرت مجدد سے وابستگی اور عقیدت مندی کا اس سے بڑا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔میں اگر ان کی حضرت مجدد کے سلسلے میں مزید خدمات کی تفصیلات بیان کرتا جاؤں تو ایک دفتر درکار ہوگا لہٰذا اسی پر اکتفا کرتے ہوئے آگے بڑھتا ہوں۔

میاں صاحب جہاں کہیں کسی مجددی بزرگ کا سنتے، چل کر اس کے پاس پہنچ جاتے اور حضرت مجدد کے احوال وآثار پر گفتگو کرتے۔سندھ سے لے کر خیبر تک جتنے مجددی بزرگ تھے،ان کے پاس میاں صاحب چل کر جاتے،تحائف پیش کرتے اور روحانی گفتگو فرماتے۔اب وہ ملک کے باہر مجددی نقشبندی بزرگوں کی زیارت کو نکلے۔دیارِ حرم میں جا پہنچے۔مدینہ منورہ میں دنیا بھر کے پیران طریقت آتے،ان کی صحبت میں بیٹھتے۔خصوصاً نقشبندی بزرگان دین جس ملک سے بھی آتے،انھیں میاں صاحب بطور مہمان اپنی قیام گاہ پر دعوت دیتے اور عزت افزائی کرتے۔ایک شخص حسین حلمی استانبول (ترکیہ) بھی حضرت مجدد کی تعلیمات اور کتابوں کو اپنے مکتبہ ایشیق سے شائع کر کے دنیا بھر میں تقسیم کرتا۔دیارِ حبیب سے نکل کر میاں جمیل احمد شرقپوری بذاتِ خود ترکی پہنچے صرف اس شخص کی خدمات کو ہدیہ تحسین پیش کرنے کے لیے۔اس کے پاس رہے،حوصلہ افزائی کی اور ان کی خدمات کو ہدیہ تبریک پیش کیا۔

افغانستان میں سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کا بڑا فیضان پھیلا ہوا تھا۔وہاں کے خانوادہ مجددیہ کے چیدہ چیدہ علمائے کرام اور اولیائے عظام میاں صاحب کی خدمات کی قدر کرتے تھے۔حضرت خواجہ فضل عثمان مجددی کابل کی سیاسی افراتفری سے نکل کر لاہور میں آ کر قیام پذیر ہوئے تو میاں صاحب نے ان کی بڑی پذیرائی کی اور ان کے پاس اکثر وقت گزارتے۔حضرت فضل عثمان مجددی خانوادہ مجددیہ کے کابل میں ایک نہایت ہی بلند پایہ بزرگ تھے۔ان کا انتقال

ہوا تو حضرت میاں صاحب ان کے جنازہ کے ساتھ اپنے رفیق کار حکیم اہلسنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری کے ہمراہ جنازہ لے کر کابل پہنچے اور چالیس دن تک کابل میں قیام پذیر رہے اور سارا خاندان مجددیہ میاں صاحب کا بے حد شکر گزار رہا۔

روس کی سلطنت ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی اور بہت سی مسلم ریاستیں آزاد ہوئیں خاص کر بلخ، بخارا اور تاشقند آزاد ہوئے تو صاحبزادہ میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری فوراً ان ریاستوں میں پہنچے۔ بزرگان خانوادہ نقشبندیہ کے مزارات کی زیارتیں کیں۔ان کے جانشینوں اور سجادہ نشینوں سے ملاقاتیں کیں خصوصاً سلسلہ نقشبندیہ کے بانی حضرت خواجہ بہاء الدین کی خانقاہ ''قصر عارفاں'' نزد بخارا میں قیام کیا اور ایک عرصہ وہاں گزارا اور اس علاقے میں جہاں جہاں نقشبندی بزرگوں کے مزارات واقع تھے،ان کی زیارات سے شادکام ہوئے اور ان سے روحانی فیضان بھی حاصل کیا۔آپ سلسلہ مجددیہ کے بانی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی کے مزار پر کئی بار گئے۔بعض اوقات بعض وفود کی قیادت کی اور کئی کئی دن ''حاضر ہوا میں شیخ مجدد کی لحد پر'' کا اعزاز حاصل کیا۔حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری کے یہ روحانی اسفار ان کی زندگی کا بہترین سرمایہ ہیں کاش کوئی مرد مجاہد ان روحانی سفروں کے مشاہدات قلمبند کرتا تو ایک بہت بڑا روحانی ذخیرہ جمع ہو جاتا۔میرے خیال میں سجادہ نشینوں، پیرزادوں اور صاحبزادوں میں میاں صاحب واحد علم پرور انسان ہیں جن کی مجالس میں میں نے اکثر اہل علم وفضل کو جمع ہوتے دیکھا ہے۔وہ بعض اوقات علمائے کرام کو دعوت دیتے اور علمی گفتگو کرنے کا موقع فراہم کرتے ہیں۔میں نے اکثر دیکھا کہ صاحبزادہ صاحب ملک کے دانشوروں جن میں پروفیسر صاحبان، کتاب شناس علمی سکالرز حتیٰ کہ کتاب دوست حضرات شامل ہیں' کو جمع کرتے اور ان سے علمی باتیں کرتے ہیں۔میں نے اپنی زندگی میں بہت سے سجادہ نشینوں کی مجالس میں حاضری دی ہے مگر وہاں عقیدت مندوں اور نذرانہ پیش کنندوں کا ہجوم تو دیکھا مگر اہل علم کو بہت کم پایا ہے۔اس وصف سے صرف صاحبزادہ صاحب ہی متصف ہیں۔

ایک زمانہ آیا کہ میاں صاحب نے ''حوزۂ نقشبندیہ'' قائم کیا جس کے اراکین میں بہت سے ارباب دانش وبینش خصوصاً مجددی اہل قلم شامل ہوتے۔ اس حوزہ کے سیکرٹری میرے بڑے عزیز دوست اور میرے علمی کاموں کے معاون محمد عالم مختار حق ہر جلسہ میں موجود ہوتے۔ اہل علم کی پذیرائی کرتے۔ ان کے افکار وارشاد قلمبند کرتے اور میاں صاحب کے اہتمام میں انہیں شائع کرتے۔ علمی دنیا میں یہ نہایت ہی منفرد حلقہ ہے جس میں مختلف اہل قلم حاضر ہوتے ہیں اور اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہیں۔ اگر کسی ملک سے کوئی مجددی اسکالر یا نقشبندی سلسلے پر کام کرنے والا دانشور آتا تو اس کے اعزاز میں میاں صاحب حوزہ نقشبندیہ کی طرف سے دعوت کا انتظام کرتے۔ اہل علم کو دعوت دیتے اور اس اسکالر کی علمی باتیں سنانے کا اہتمام کرتے۔ زیر مطالعہ کتابچہ بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے جس میں میاں صاحب کی بعض علمی مجالس کی روداد محفوظ کر دی گئی ہے۔

میری طرح ان دنوں میاں صاحب بڑھاپے کی وادی میں سیر کر رہے ہیں۔ میں سیر کرتے کرتے تھک کر ''بیٹھ جاتا ہوں جہاں چھاؤں گھنی ہوتی ہے'' مگر میاں صاحب بڑھاپے اور جسمانی عوارض کے باوجود اتنے باہمت اور پر عزم ہیں کہ وہ شب وروز کام کرتے جاتے ہیں۔ بعض اوقات مجھے محسوس ہوتا ہے کہ وہ میرے غریب خانے کے ایک چھوٹے سے کمرے میں جلوہ فرما ہیں اور شب تاریک میں نوافل ادا کر رہے ہیں۔ اللہ کی بارگاہ میں زار وقطار رو رہے ہیں اور میں انھیں گزارش کر رہا ہوں کہ یہ بوڑھوں کا کام ہے لیکن آج بھی وہ بوڑھے نہیں ہوئے اسی ذوق وشوق سے سرگرم عمل ہیں اور کبھی کبھی علالت کے باوجود میرے غریب خانہ کو بھی عزت بخشتے ہیں اور میرے گھر تو وہ یوں چلے آتے ہیں جیسے رجال الغیب کا کوئی فرد حضرت خضر علیہ السلام کی چھڑی پکڑے ہوئے ٹک ٹک کرتے ہوئے آجائے۔

اگرچہ پاکستان کے پیران عظام ملکی سیاست میں زیادہ دلچسپی نہیں لیتے۔ مگر بعض اوقات:

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسم شبیری!

کا حق ادا کرتے ہیں۔ تحریک پاکستان میں علمائے اہلسنت کے ساتھ مشائخ نے بھرپور حصہ لیا تھا
"تحریک نفاذ نظام مصطفیٰ" میں اکثر مشائخ میدان عمل میں آئے۔ صاحبزادہ میاں جمیل احمد
صاحب شرقپوری ان دنوں بھرپور جوانی میں تھے۔ وہ تحریک نفاذ نظام مصطفیٰ میں جمعیۃ العلماء
پاکستان کی قیادت میں نکلے قید و بند کی صعوبتوں کو لبیک کہا اور جیل کی بارکوں کو حضرت مجدد الف
ثانی کی سنت سے تازہ کر دیا۔ لاہور کی جیل میں سارے قیدی آپ کے دستر خوان سے مرغن
کھانے کھانے لگے۔ رہا ہو کر آئے تو جمعیۃ العلماء پاکستان کے ٹکٹ پر قصور میں انتخاب لڑا۔ قصور
میں میاں صاحب کے بے شمار مرید تھے پھر نظام مصطفیٰ کے نفاذ کے لیے لوگ بے تاب تھے آپ کو
ووٹ بھی ملے اور نوٹ بھی۔ آپ نے اس انتخابی میدان میں اپنے حریف کو پریشان کر دیا۔ میاں
صاحب اگرچہ پیر طریقت تھے۔ مگر سیاست اور شریعت کے نفاذ میں پیش پیش تھے۔ ہم نے انہیں
جہاں روحانی سفر میں تیز گام پایا' وہاں سیاسی میدان میں بھی شہسوار پایا۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو عمر خضر عطا فرمائے اور آپ حضرت مجدد الف ثانی
کے فیضان کو پھیلاتے رہیں اور ان کی محفلیں صاحبان فضل و کمال سے پر رونق رہیں اور ان کا قائم
کردہ ادارہ "حوزۂ نقشبندیہ" حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی کے افکار و تعلیمات کو چار
دانگ عالم میں پھیلاتا رہے۔ آمین بجاہ نبی الامین!

پہلی مجلس مورخہ ۱۲ ستمبر ۲۰۰۹ء

آج رمضان المبارک ۱۴۳۰ء کا اکیسواں روزہ ہے اور ستمبر ۲۰۰۹ھ کی ۱۲ تاریخ۔ فخرالمشائخ جناب میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری نقشبندی مجددی کا پیغام ملا کہ آج بیت النور (جوہر ٹاؤن لاہور) میں ان کی طرف سے افطاری کی دعوت ہے جس میں دیگر معزز احباب کے علاوہ حوزۂ نقشبندیہ کے اراکین بھی شامل ہیں۔ میں برخوردار محبوب عالم کے ہمراہ ایک عزیز کی گاڑی میں پروفیسر محمد اقبال مجددی کی رہائش گاہ (سبزہ زار) پہنچا انھیں ہمراہ لیا اور سیدھے بیت النور پہنچے۔ بہت سے احباب ہمارے جانے سے پیشتر پہنچ چکے تھے۔ افطاری کا سازوسامان میزوں پر لگا دیا گیا۔ پھر افطاری کا اعلان ہوا۔ افطاری کے ساتھ ہی کھانے کا اہتمام بھی کیا گیا۔ کھانے سے فراغت کے بعد بیت النور کے ہال میں میری اقتدا میں نماز مغرب ادا کی گئی اور اجتماعی دعا کے بعد چودھری محمد حنیف صاحب نے میاں صاحب کی طرف سے شرکائے مجلس کا شکریہ ادا کیا۔ بعدہٗ علمی نشست کے آغاز کے لیے میاں صاحب نے جسٹس (ر) منیر احمد مغل کو اپنے پاس بلایا اور کرسی پیش کی اور انھیں اظہار خیال کی دعوت دی۔ مغل صاحب نے میاں صاحب کے گھٹنوں پر ہاتھ رکھے، نہایت نیازمندی سے دھیمے لہجے میں اپنے علاقے کی ٹھیٹھ پنجابی زبان میں اس طرح حاضرین کو خطاب کیا کہ ان کا سوز سے لبریز خطاب دل میں ترازو ہوتا گیا۔ میں نے چاہا کہ ان کے خطاب کی چاشنی اسی صورت قائم رہ سکتی ہے کہ اسے من وعن موصوف کے لہجے ہی میں قارئین کرام کی خدمت میں پیش کیا جائے تاکہ کـمـا نـہ ھـو کا تاثر قائم رہے اور ہم خطاب کی چاشنی سے کماحقہ مستفیض ہو سکیں۔ ان کے خطاب کا انداز متصوفانہ اور رنگ تدریسانہ تھا۔ آیئے مغل صاحب کا خطاب مطالعہ فرمایئے اور اس کی داد دیجیے برخوردار محبوب عالم کو جس نے خطاب کو ٹیپ ریکارڈر کی مدد سے بغیر کسی شوشہ کی کمی بیشی کے ہو بہو بڑی چابکدستی سے سینۂ قرطاس پر منتقل کیا۔

نحمدہ و نصلّی علیٰ رسولہ الکریم۔اعوذ باللہ من الشیطٰن الرّجیم۔

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم۔الا اِنّ اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولاھم یحزنون

میرے بزرگو! میرے دوستو! میرے عزیزو! بڑے چر دی گل اے کہ کجھ بزرگ تربیت دے مراحل طے کردے پئے سَن۔ تے واہوا عرصہ لنگھ گیا، پر پاسنگ آؤٹ پریڈ (passing out parade) نہیں سی ہورئی۔ اوہ ترن جنے سَن۔ دو نے سکیم بنائی کہ اج اِنج کراں گے کہ تہجد ویلے نفل نفل پڑھ کے باہر نکلاں گے۔ علاقہ بڑا ریگستان وا سی۔ باہر نکلے۔ چندی دی چاننی، ہلکی ہلکی ہوا پئی چلے۔ سہمے سہمے، ڈردے ڈردے اوہ باہر جنگل وچ ٹرے جاندے پئے نیں تے کیہ ویکھدے نیں کہ اِک بڑا اوڈھا درخت اے۔ اوس درخت تھلے اک بندہ ڈھٹھ، شراب وچ غرق، بُرا حال، بانکے دھیاڑے، سُتا پیا گہری نیند وچ، خراٹے پیا مارے۔ آہندے نیں کہ اسیں اجے اوہدے کول نہیں پہونچے ساں کہ ایڈا موٹا، لماں کالا ناگ کسے پاسیوں آیا تے ایہدے کولوں لنگھ گیا تے اوہنوں کجھ نہ آکھیا۔ ساڈا تے ساہ سُک گیا ویکھ کے، کہ یا اللہ تیرا ای آسرا اے۔ کیہ بنا سی ایہدے نال۔ اوہ سپ اجے جاندا ای پیا سی کہ زمین وچ سرسراہٹ ہوئی تے ایڈا اوڈھا اِک ٹھوواں، بچھو، باہر نکلیا۔ اوہنے اوس سپ نوں اک ڈنگ ماریا تے سپ تڑپ کے اوتھے ای جان دے دِتی۔ مُڑ کے ساڈے ویکھدیاں ویکھدیاں اوہ بچھو نظراں توں غائب ہو گیا۔ اسیں کیہا، ایس بندے دی کیہ نیکی اے، ایس نے کیہڑا ایسا عمل کیتا اے کہ دو دشمن، اِک توں اِک وَدھ دشمن، کہ اوہ کالا ناگ اوہدے ڈنگ نوں اِک سکنٹ برداشت نہیں کر سکیا تے جان دے دِتی، اوہ سامنے پیا اے۔ اوہدا انگوٹھا پھڑیا تے پھڑ کے اوہنوں ذرا ہلایا۔ اوہ چونک کے اُٹھیا۔ کہندے نیں میں اوس نوں واقعہ سنانا شروع کیتا۔ جُوں مَیں واقعہ شروع کیتا، اوہندیاں اکھاں وچوں اُتھرو نکلے، مُڑ کے اوہ زیادہ رون لگ پیا، فیر اوہ ڈھاواں مارن لگ پیا حتیٰ کہ جنگل اوہنے سر تے چک لیا۔ اینا زور زور دی اوہنے رونا شروع کر دتا۔ مَیں دل دِیاں اکھاں دے نال جے ویکھیا تے اوہدے سارے گناہ پہلے دو اتھرواں تے ای ختم

ہو گئے، محو کر دِتے گئے۔ مُڑ کے جدوں اوہ اُچی اُچی رون لگا، تے ولی اللہ بنا دِتا گیا، جدوں ڈھاداں مار کے رون لگ پیا، وقت دا قطب بنا دِتا گیا۔ کہندا اے مَیں تے خانیوں گیا۔ تیہہ (۳۰) سال سانوں ہو گئے نیں، مار کِتے کیہ کرن ڈے آں، کِتے کیہ کرن ڈے آں۔ کوئی ایکسرسائز (exercise) نہیں، کوئی مجاہدہ نہیں، کوئی تکلیف نہیں، کوئی وِرد نہیں، کوئی درود نہیں، کوئی ایسی گل نہیں جیہڑی چھڈی ہووے اسیں۔ حکم نکلدا سی اور اسیں اوہدے تے عمل کردے سی۔ ایں سیس نوائی ٹُرے جاندے ساں لیکن ایہہ نہیں سی ہو رہیا کہ اسیں پاس کر کے اگلے سٹیپ (step) وچ اینٹر (enter) ہوئیے۔ کہندے نیں مَیں موں اِک لفظ نہیں کڈھیا، دل وچ خالی ایہہ خطرہ آیا۔ دماغ وچ خیالات آندے نیں ناں۔ اوہ اللہ دِلوں جدوں دل تے بارش ہو رئی ہُندی اے، ایدھر خیالات دا نزول ہو رہیا ہُندا اے۔ دل وچ ذرا جیہا خیال آیا کہ یا اللہ! خورے ساڈے کولوں کیہ ہو گیا اے۔ ایدھر کیہڑا اُنچا، سچا تے سوہنا عمل سی جیہڑا رکھ کے ایہہ جواب لے آیا اے۔ غیب وِچوں اواز آئی اُچی ساری، سب نے سُنیا: بختیار! جدوں ساڈی راہ وچ، ساڈے واسطے جدوں پہلا اتھرو ڈِگدا اے ناں، اسیں اِنج کر دے آں، اتھے تے دریا بہا دِتے او نے۔ واقعہ سناؤن تے میرا مقصود ایہہ وے کہ بندہ ہمت نہ ہارے۔ وجوہیں چیزاں وِسدیاں نیں، اودیں بعض اوقات نہیں ہُندیاں۔ تُساں سُرنگ دیکھی ہوئی اے۔ ایہہ زاہد دی ہر گل، عقل تے فیصلے کرن والے۔ عقل منداں نوں پُٹھیاں سوچاں لے ڈُبیاں۔ مُرشد دے سنگ ٹُریے تاں گل بندی اے۔ اگوں وڈی لگدی اے سُرنگ، تے پچھوں چھوٹی لگدی اے۔ اسیں بڑا اعتبار کری بیٹھے آں کہ ہر گل ویکھ کے کرنی اے، اسیں تے ایگزامن (examine) کرانا اے تے فیر اسیں گل کرنی اے۔ کرالو ایگزامینیشن (examination) اگوں وڈی وِسدی اے پچھوں چھوٹی ہُندی ہُندی اے۔ پوری گڈی لنگھ جاندی اے، کِتے نہیں رُکدی۔ ایس اکھ دا کیہ اعتبار۔ بتی بلدی پئی اے۔ روشنی ذرا تیز کر دِتی جاوے، اکھاں ڈیزل (dazzle) کر جاندیاں نیں، چُندھیا جاندیاں نیں۔ وِسناوی بند ہو جاندا اے۔ اللہ ہر جگہ موجود اے۔ اوہدا نُور ایناں کہ

وِسدا ای کجھ نئیں پیا۔ ایس اکھ دا کیہ اعتبار۔ ذرا کو بتی نوں آف (off) کر دیو تے فیر ہنیر گھپ گھیر ہو جاوے گا۔ بڑا مان کردی اے ایہہ اکھ اپنے آپ نوں ویکھن واسطے۔ ایہہ ظاہر دی اکھ جیہڑی اے، کجھ نظر نئیں آنا۔ پانی ہُندا اے، اوہدے وِچ کیہ ملا دِتا اے، ایہہ اکھ نئیں دَس سکدی، زبان دی اکھ دسّو گی کہ ایدھے وِچ کیہ اے، کس طراں اے۔ ایہہ پنج مغالطے (fallacies) امام غزالی نے اپنی کتاب وچ بیان کیتیاں نیں کہ ظاہر دی اکھ دے مغالطے تے مغالطے، دِل دی اکھ دے کِنّے مغالطے ہون گے۔ لہٰذا مغالطے پَے جاناں وی فطری گل اے تے مغالطے دا نکل جانا وی اِک ضروری امر اے۔ اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسی چیز نئیں پیدا کیتی جہدا توڑ نہ رکھیا ہووے۔ اوہدی اپنی ذات اِک ایسی ذات اے، جہدے مقابلے تے کوئی ہور نئیں۔ اللہ جے ایہہ گھڑیاں نصیب کر دیوے، بزرگاں دیاں قدماں وچ بہنا، اوہناں دے ہر حکم نوں منناں، اوہناں دے کہن دے مطابق اپنی زندگی نوں ڈھالنا۔ شیطان چاروں پاسیوں حملے کرن ڈیا اے، پورا پورا زور لان ڈیا اے کہ کسے طریقے نال ایس گل توں ایہہ پاسے ہو جان۔ پر ایہہ لوگ وَسدے کیہ پئے نیں، کہندے کیہ پئے نیں۔ ایہہ تے بُھلیا سبق یاد کران ڈئے نیں۔ بُھلے سبق نوں یاد کرن نوں ''ذکر'' کہندے نیں، تذکرہ کہندے نیں۔ بُھلی چیز کیہ ہُندی اے؟ جیہڑی اکھیں ویکھی ہووے، کنّیں سُنی ہووے۔ ایتھے کوئی گل ہنیرے دی نئیں۔ اسلام دی ہر گل ٹھکویں ای، واضح اے، ویکھی ہوئی اے، ڈِیدا اے، خالی شُنید نئیں۔ شنید وی اے، دِید وی اے۔ اسیں کوئی گل اَیویں نئیں کرن ڈئے، ہر گل دے پچھے زبردست بُرہان اے، دلیل اے، ثبوت اے۔ واضح گل اے۔ اپنی اکھاں نال ویکھ کے گل چلدی پئی اے، اَنھے کھوہ وچ کِتے اِٹاں نئیں مارن ڈئے۔ جیہڑے لوگ ایہہ طعنے دیندے نیں کہ اسلام والیاں دا بڑا بلائنڈ فیتھ اے (blind faith)۔ بلائنڈ فیتھ نئیں، بڑا وژن (vision) والا فیتھ اے، ایسا فیتھ اے کہ زندگی وچ اوتھے پئے ویکھدے نیں۔

اِک صحابی سَن، رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اوہناں تے اللہ راضی ہووے۔ سارے صحابہ تے

اللہ راضی اے: رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔ اِک دِن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دی مجلس سی۔ اوہ نور دی مجلس ہُندی سی۔ کدی آپؐ سوال کردے سَن، کدی صحابہ کرام سوال کردے سَن۔ کاہدے لئی؟ ساڈے لئی کہ اساں اپنے عرصے بعد ہونا ئیں تے اوہ گلاں ساڈے واسطے محفوظ ہو جان، پریزرو (preserve) ہو کے۔ اَگے قیامت تک لوکاں نُوں اوہدے فیدے پہنچدے جان۔ آپؐ نے فرمایا: حارثہ! کیویں لنگھدی پئی اے، کیویں گزر اوقات ہُندی پئی اے؟ اوہناں کہیا کہ مَیں ایتھوں بیٹھا عرش معلیٰ ویکھدا پیا آں، جنت وچ لوکاں نوں جاندے ویکھنا پیا آں، آرام دِہ تختاں تے بیٹھے ویکھنا پیا آں اور دوزخ وِچ جو ہیٹن ڈئی اے، اوہ ویکھن ڈِیا واں۔ جو ہون ڈیا، اوہ ویکھن ڈیا آں۔ آپؐ نے فرمایا: یا حارثہ! ہر گل تے اک دلیل ہُندی اے، ہر گل دے پچھے اک ثبوت ہندا اے۔ تیری ایس گل دے پچھے کیہ دلیل اے تے کیہ ثبوت اے؟ اوہناں عرض کیتی: یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم آپ ہی تے کلمہ پڑھایا اے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ اپنی مجلس وچ وی آپ ای بٹھایا اے۔ ایہہ مَیں جان کے گل دسّن ڈیاواں کہ مجالس دے فیدے نیں۔ تُسیں ایتھے آئے او، ایہہ نہ سمجھنا کہ آئے آں تے چلے گئے آں۔ No;Not at all.You have gained so a lot.So much you have gained that you cannot understand what you have gained. کِڈی تُہاڈی صفائی ہوگئی، کِڈی طہارت ہوگئی، کِتّیاں دی پاکیزگی ہوگئی، کِتّیاں گلاں دور ہو گئیاں اور ساریاں ایہہ سمیلیاں گئیاں۔ مَیں حج تے گیا تے اِک انگریز مینوں کہندا کہ ایہہ حجرِ اسود، اِس نُوں استیلام کرنا یا خالی اشارہ کرنا، ایہدے نال کیہ حاصل ہُندا اے؟ مینوں ہور تے کسے گل دی سمجھ نہ آئی، مَیں اوہنوں کہیا: توں سیاہی چُوس ویکھیا اے؟ کہندا: ہاں جی ویکھیا۔ مَیں کہیا اوہنوں سیاہی تے لایئے تو اوہ ساری سیاہی چُوس لیندا اے۔ جتنی مرضی سیاہی ڈُلی ہووے۔ مینوں تے اُیویں دا لگدا اے۔ تے اسیں آں سیاہیاں دے بھرے، گناہواں دِیاں سیاہیاں ساڈے اندر۔ پتا نئیں کیہ لے کے کِتّھوں ٹُرے آں تے ایتھے لے کے آئے آں تے ایس سیاہی چوس نے اُیویں کِتّیاں (استیلام وانگ ہتھ دا اشارہ کرکے) سانوں اُیویں کر دِتا

اے، جیویں اَج ماں دے پیٹ وچوں نکلے آں۔ جتھے اتھے بلایا اے، اوہنے ایہہ گل آکھی اے، میں تیکں کہن ڈیا۔ نہ میری گل دی ویلیو (value) اے، نہ میرے پیو دی گل دی ویلیو اے۔ ویلیو اوسے دی اے، جنھے اتھے بلایا اے، لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ اوہدے تے وجد طاری ہو گیا، اوہ ویکھن والا سی۔ فیر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دے ایس سوال دے اُتے عرض کیتی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں سویرے روزے رکھناں تے رات نوں میں قیام کرناں، نفل پڑھناں، تہجد پڑھناں، یہ کرناں وہ کرناں۔ ساری رات میں جاگناں تے سویرے روزہ رکھناں۔ اِک ہور بڑا مغالطہ پیا اے دُنیا والیاں نوں کہ اوہ سارے کنگال، کسے کم دے نہیں، پلّے پیسہ کوئی نہیں، بھکھے مردے۔ پتا نہیں کیہ حال اے۔ کجھ جان دے وی سن کہ نہیں، الفوں بے وی۔ ایہہ سارے مغالطے نیں۔ جنھاں نوں کائنات دی سرداری ملی، اوہناں کول کِس چیز دا گھاٹا ہو سکدا، اوہناں کول سب کجھ ہُندا اسی۔ ایہہ کل دی گل اے بلھے شاہ دی ساری رات لکڑیاں کٹھیاں کیتیاں۔ لیا کے سویرے اوہناں نوں ویچیا۔ وچ کے جو کجھ اکٹھا ہویا، سَودا لے کے آئے۔ سب کجھ کرا کرا کے تے لنگر رکھیا۔ اوہ ظہر ویلے جا کے برابر ہویا۔ ہون بندہ ساری رات دا جاگیا ہووے، ساری محنت وی آپ کیتی ہووے، کسے نوں پتا وی نہ لگن دتا ہووے، ٹھیک اے جی۔ لوکاں ویکھیا پٹھے وال، بُرا حال، پاٹے کپڑے، ایہہ کیہ پھر دا لنگر پا کے۔ ایہہ چکر کیہ اے؟ جدوں اوتھے ذرا گوتوے کھڑکے تے روٹی پکن لگی، سب کجھ ہون لگا، اوتھے وجد طاری ہو گیا کہ رات دی محنت ایدھر کم آئی، رات دی محنت اودھر کم آئی۔ ایتھے گلاں کرن والیاں نوں گلاں آئی جاندیاں نیں، غور نہیں کردے۔ ہر گل تے غور کرو گے تے حقیقتاں تہاڈے سامنے آن گیاں۔ جویں جویں حقیقتاں تہاڈے سامنے آن گیاں، تیوں تیوں تہاڈا ایمان پکا تے مضبوط ہُندا جائے گا۔ جویں جویں ایمان پکا ہُندا جاوے گا، تیوں تیوں عمل کرنا آسان ہُندا جائے گا۔ جویں جویں عمل آسان ہُندا جائے گا، اوہ دریا آٹومیٹکلی (automatically) وڈا ہو یا آئے گا تے جدھر رب دی رحمت۔

آہندے نیں سمندر وچ سال وچ اِک واری مینہ پیندا اے اوہ بڑی ہنیری رات

ہُندی اے، گھنی۔ ساریاں سِپیاں اُتے آندیاں نیں تے اوہ بدّل وَجدا گھڑ کدا اے تے بڑا اوس ویلے رَولا ہُندا اے سمندر وچ۔ اوہنوں کہندے نیں ابرِ نیساں دی بارش۔ اوس بارش دے وچ جِنّیاں سِپیاں اُتّے آئیاں ہُندیاں نے لکھاں کروڑاں، اوہ اپنا مونہہ کھولدیاں نیں۔ اُتوں بارش دے قطرے پیندے نیں۔ ہر سِپی کوشش کردی اے کہ میں کِسے قطرے نوں سمیٹ لواں۔ اوہ قطرہ وڑدا اے، ڈِگ پیندا اے، وڑدا اے، ڈِگ پیندا اے۔ اوہ بڑی مشکل کِسے دے اندر رہ جاندا اے۔ فیر اوہ ساری زندگی اوہدے تے محنت کردی اے تے لعلِ یمن بَندا اے۔ لکھاں دا اِک موتی، کروڑاں دا اِک موتی، سنکھاں دا اِک موتی۔ فیر اوہ وِکدا اے۔ بادشاہواں دے تاجاں وِچ جا کے لگدا اے۔ اوہو اِی سِپی ہُندی اے، بچے کھیڈدے تے لئی پھردے نیں، سیم (same) شے اوہ۔

لوکو! تُہاڈے وی دِلاں دیاں سِپیاں نیں۔ جدوں کوئی اللہ دا ولی آیا ہووے، جدوں کوئی بزرگ آیا ہووے، جدوں کوئی نیک بندہ آیا ہووے، دِلاں نوں وِہلا کر دِیو، ڈوہل دِیو، کڈھ دِیو جو کجھ ہے کیونکہ ہون موقع اے لعلِ یمن بنن دا۔ اوہ موتی بنن دا، جدھی ویلیو (value) بن جانی اے۔ اودھے وچوں باقی سارا کجھ کڈھ کے اوس موتی نوں آن دِیو۔ اگر مقدر وچ ہویا تے اوہ سِپی بند ہووے گی، دل نورو نور ہو جائے گا۔ نور دے اثرات کِیہ نیں؟ کروڑاں اثرات نیں۔ اِک اثر ایہہ وے کہ تُہاڈی ہر گل وچ برکت آ جائے گی۔ جدھر جاؤ گے، تُہاڈیاں ای گلاں شروع ہو جان گیاں۔ تے حارثہ نے ایہہ گل کیتی تے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حارثہ! ایسوں مضبوطی نال پھڑ چھڈیں ساری حیاتی، ایس گل توں ہلّیں نہ۔ صائم النہار تے قائم اللیل، ساری رات جاگن والی عادت پا لئی آ۔ ایسوں مُن قائم رکھیں۔

ایہہ ساریاں گلاں میں ایس واسطے دَسیاں نیں کہ ایہناں وِچوں اِک گل وی اگر تُسیں اپنا لو گے اپنی زندگی وچ تے اِک سہل، اِک سُکھ، اِک آسانی پیدا ہونی شروع ہو جائے گی۔ ایہناں مجلساں نوں بڑا قیمتی سمجھنا اور مجلساں دے کفارے ادا کرنا۔ گھروں ٹُرن لگیاں خیرات

کر کے آؤ۔ آ جاؤ تے بہت کجھ کرو، جاؤ تے بہت کجھ کرو۔ سخی بنتا، بخیل نہ بنتا۔ سخاوت بہت اُچا لے جاندی اے۔ بُخل جیہڑا اے وچ دریا دے ڈوبدا اے۔

میں امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ دے مکتوبات نوں انگریزی وچ لیا رہیاں تے اللہ دے فضل و کرم نال بہت کم ہو گیا اے۔ ساری ساری رات دعاواں کروا رہنا آں۔ ایہہ ایویں دیکھ دے نیں (حضرت میاں صاحب دی طرف اشارہ کر کے)، اودھر مشین چل پیندی اے سِدھا حساب۔ میں تے اِک نوکر آں، اِک غلام آں، اِہناں دے پیراں دی خاک آں۔ اِہناں اینی نظرِ کرم کیتی اے کہ بیان توں باہر اے۔ تُسیں پکّی گھنٹے نال رہندے او۔ جُھاڑے تے اِنج لشکارے وَجنے چاہی دے نیں، جدھر جاؤ فلیش لائٹ (flash light)۔ بتّی بجھی ہووے تے آپے بَل پوے۔ ایہہ کیہڑی گل اے، میرے نال اِنج ہو گیا۔ میں چیئرمین ساں داتا دربار کمیٹی دا۔ اوتھے اِک جلسہ ہویا۔ بتّی بجھی ہوئی۔ ہوئی قسمت نوں میں اوتھے گیا۔ میں اِنج انٹر (enter) ہویا تے ہتھ لگ گیا میرا لاؤڈ سپیکر نوں۔ بتّی بَل پئی ساری۔ لوکاں کہیا کِنّے منافق لوگ نیں، چیئرمین آیا تے بتّی فوراً بَل پئی اے۔ میں کہیا ایہدے وچ چیئرمین دا کیہ تعلق اے بتّی نال، میں بہہ جاناں آں۔ میں بیٹھ گیا تے بتّی بُجھ گئی۔ کہن لگے لو تعلق ہے کہ نئیں۔ میرے ہتھ لایاں بتّی بَل پئی۔ داتا دربار، جمعے دا دن، عرس دا بڑا موقعہ، سارے بندے اوتھے اکٹھے ہو گئے کہ گل کیہ بن گئی اے۔ اوتھے ایہہ تِن چار بجے داری ایسراں ہویا۔ میں کہیا اچھا میں ایس نوں پھڑ چھڈناں۔ لو جی میں لاؤڈ سپیکر نوں پھڑیا، اوہ بتّی بُجھے ای نہ۔ لے وی ایہہ کیہ گل ہوئی۔ بعد وچ تحقیقات کیتی تے پتا چلیا کہ باہر بتّی والے بتّی ٹھیک کر رہے سَن۔ اوہ کدی تار لاؤندے سی تے کدی لاہندے سی۔

اللہ اللہ کریے تاں گل بندی اے
اللہ کولوں ای ڈریے تاں گل بندی اے
اللہ ھُو دیاں ضرباں لا کے سینے تے
سینہ روشن کریے تاں گل بندی اے
عقلنداں نوں پُٹھیاں سوچاں لے ڈُبیاں

سِدھیاں نمیں، پُٹھیاں۔ ایہہ سِدھی سوچ (حضرت میاں صاحب وَل اشارہ کر کے)۔ اپنے آپ نوں ختم کرناں تے حضرت صاحب نوں اپنا صحیح طریقے نال امام سمجھناں، سب کجھ سمجھناں۔ بندہ اَگے کھڑا کیتا ہُندا اے، امام صاحب نماز پڑھایئے۔ جو اوہناں کہیا اے، الف نمیں دیکھیا، بے نمیں دیکھیا۔ تد جا کے نماز مکمل ہوئی اے۔ جے آکھیا کہ امام صاحب کہندے اللہ اکبر، میں سِدھے کھلوتے رہناں، تے گئی نماز، رکوع نمیں لبھنا، گئی گل۔ ایس واسطے اطاعت جیہڑی اے ناں، فرمانبرداری اوہ پہلی شرط اے۔ اطاعت ماں پیو دی، اطاعت اولیائے کرام دی، اطاعت بزرگاں دی، اطاعت ہر چیز دی اوہ تہانوں کِتے دی کِتے لے جائے گی۔

لوکو! شکر کرو مسلمان پیدا کیتا، مسلماناں وچ اولیائے کرام نال واسطہ پیدا کیتا، اسلامی ریاست ملی۔ سب کجھ ہویا۔ ایہنوں ہُن سنبھالنا ساڈا اپنا کم اے۔ میری دُعا اے کہ تُہاڈا اِتھے ہونا مبارک ہووے تے صاحب خانہ نوں وی میں بڑی بڑی مبارک دیناں کہ ساریاں نوں اِک تھاں تے اکٹھا کرن دا سامان پیدا کیتا۔ وما علینا الا البلاغ المبین

مغل صاحب نے دوران تقریر مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی کو انگریزی میں ترجمہ کرنے کا ذکر کیا تھا۔ اس حوالے سے پروفیسر محمد اقبال مجددی صاحب نے مغل صاحب سے استفسار کیا کہ ترجمہ کے لیے آپ نے مکتوبات کے کون سے نسخے کو بنیاد ترجمہ بنایا ہے۔ مغل صاحب نے اردو ترجموں کا ذکر کیا جس میں مولانا محمد سعید نقشبندی سابق خطیب جامع مسجد داتا گنج بخش کے ترجمہ کا بالخصوص ذکر کیا۔ یہ آواز میری سماعت سے ٹکرائی تو میں نے باآواز بلند کہا کہ یہ ترجمہ مکتوبات کے پہلے ترجمہ مولوی عالم دین مرحوم کا ہے جسے اللہ والے کی قومی دکان کشمیری بازار لاہور نے شائع کیا تھا جس کو مولانا نے (خدا ان کی لغزش معاف فرمائے) اپنے نام سے مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی سے ۱۹۷۰ء میں چھپوالیا۔ اس انکشاف پر مجمع پر ایک خوشگوار حیرت چھا گئی۔ مجددی صاحب نے مغل صاحب کو مشورہ دیا کہ وہ اصل فارسی متن کو پیش نظر رکھ کر ترجمہ کریں۔ ترجمہ سے ترجمہ منصفانہ نہیں ہوگا۔ اس مشورے کو مغل صاحب نے خوش دلی سے قبول

کیا۔اس اکلوتی تقریر کے بعد میاں صاحب نے مختصر دعائے خیر فرمائی اور یوں یہ مجلس بخیر وخوبی اختتام کو پہنچی۔میاں صاحب کی طرف سے شرکاء میں گھر والوں کے لیے شاپروں میں لنگر کا تبرک بھی تقسیم کیا گیا۔پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی صاحب کے صاحبزادے سعید احمد صدیقی صاحب نے اپنے والد گرامی قدر کی تالیف ''حضرت میاں شیر محمد شرقپوری نقشبندی مجددی اپنی نگارشات کی روشنی میں'' حاضرین میں تقسیم کی۔اس پاکیزہ اور روحانی مجلس میں راقم الحروف کے علاوہ جن اصحاب نے شرکت کی ان میں سے بعض کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں۔

۱) جسٹس (ر) ڈاکٹر منیر احمد مغل

۲) چودھری محمد حنیف۔ چیف لائبریرین پنجاب یونیورسٹی لائبریری، لاہور

۳) پروفیسر محمد اقبال مجددی۔صدر شعبہ تاریخ گورنمنٹ اسلامیہ کالج سول لائنز، لاہور

۴) سید جمیل احمد رضوی۔سابق چیف لائبریرین پنجاب یونیورسٹی لائبریری، لاہور

۵) ڈاکٹر محمد سعید نیازی آئی سپیشلسٹ پنجاب یونیورسٹی ہیلتھ سنٹر، لاہور

۶) علیم تفضل اسسٹنٹ ڈائریکٹر کالجز پنجاب، لاہور

۷) محبوب عالم تھابل ریٹائرڈ ڈپٹی جنرل منیجر پی ٹی سی ایل، لاہور

۸) محمد معروف احمد شرقپوری

۹) سعید احمد صدیقی۔صدیقی پبلی کیشنز اردو بازار، لاہور

۱۰) شفیق احمد شاکر۔لاثانی بک پیلس اُردو بازار، لاہور

۱۱) محمد شیراز فیض بھٹی۔ایڈووکیٹ لاہور ہائیکورٹ الیاس چیمبرز 9 ٹرنر روڈ، لاہور

ڈوسری مجلس مورخہ ۲ نومبر ۲۰۰۹ء

چودھری محمد حنیف صاحب چیف لائبریرین پنجاب یونیورسٹی لائبریری نیوکیمپس لاہور لائبریری کے نظام میں جدت پیدا کرنے کے لیے چند روز قبل برطانیہ گئے تھے۔انھیں یہ دعوت The Manuscript Islamic Association Britain کی طرف سے موصول ہوئی تھی۔ بحمداللہ ان کے اس کامیاب دورے سے واپسی پر میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری نقشبندی مجددی زیب سجادہ آستانہ عالیہ شیر ربانی شرقپور شریف نے مورخہ ۲ نومبر ۲۰۰۹ء کو ان کے اعزاز میں ظہرانہ دیا جس کا اہتمام حبیب اللہ بھٹی صاحب کی رہائش گاہ نزد ڈانو خاں بند روڈ پر کیا گیا۔ میاں صاحب کی معیت میں جو ساتھی تشریف لائے، ان میں عبدالعزیز شیخ ڈپٹی چیف لائبریرین، ہارون عثمانی، ڈپٹی چیف لائبریرین، جاوید اقبال صدیقی لائبریرین حامد علی لائبریرین اورینٹل سیکشن، حاجی رفاقت علی اسسٹنٹ لائبریرین قابل ذکر ہیں۔ لائبریرین گروپ کے علاوہ جو اصحاب تشریف لائے، ان میں پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی (مدیر ''جہان رضا'' لاہور)، پروفیسر محمد اقبال مجددی صدر شعبہ تاریخ گورنمنٹ اسلامیہ کالج سول لائنز لاہور، سید جمیل احمد رضوی سابق چیف لائبریرین، شیراز فیض بھٹی ایڈووکیٹ ہائیکورٹ، محبوب عالم تھابل ریٹائرڈ ڈپٹی جی ایم پی ٹی سی ایل، محمد عادل، شیخ اعجاز احمد، فلک شیر، عبدالغفور، محمد آصف (پیرزادہ اقبال احمد فاروقی کے صاحبزادہ) محمد معروف اور راقم الحروف محمد عالم مختار حق شامل ہیں۔ میاں صاحب کی طرف سے پرتکلف دعوت کا اہتمام کیا گیا تھا جس میں بکرے کے گوشت کی ڈش خصوصی طور سے تیار کروائی گئی تھی۔ فواکہات اس پر مستزاد۔ میاں صاحب کے ارشاد پر چودھری محمد حنیف صاحب نے دعوت خطاب قبول کرتے ہوئے اس دورے کا مقصد اور پاکستان کی لائبریریوں کو ترقی یافتہ ممالک کی لائبریریوں کے برابر لانے کے لیے اہم نکات پیش کیے۔ بعدازاں سامعین کرام میں سے بعض نے بعض سوالات بھی اٹھائے اور ضمناً اساتذہ کرام کے طرز تعلیم کی بعض

خوبصورت مثالیں بھی پیش کیں۔ یہ جملہ کارروائی برخوردار محبوب عالم تھابل نے ٹیپ کرلی تھی جواب سینہ قرطاس پر منتقل کی ہے۔ تو خوانندگان گرامی قدر آیئے پہلے چودھری محمد حنیف صاحب کا خطاب سماعت فرمایئے زاں بعد وقفہ سوالات وجوابات۔

چودھری محمد حنیف صاحب چیف لائبریرین

لندن میں ایک ادارہ ہے جو کلی طور پر مخطوطات کی حفاظت کے لیے کام کرتا ہے اس کا نام ہی ایسا ہے۔ اس سلسلے میں مجھے کیمبرج یونیورسٹی نے Invite کیا۔ میں کیمبرج گیا ہوں ان کی Conservation, Preservation دیکھی ہے۔ وہ کس طرح مخطوطات کو محفوظ کرتے ہیں۔ وہاں کس طرح وہ Rare (نایاب) کتابوں کو محفوظ کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ایک سائنس میوزیم تھا۔ اس سلسلے میں وہاں بھی میں گیا ہوں۔ وہاں بھی میں نے دیکھا کہ ان کے پاس جتنے پرانے قلمی نسخے ہیں وہ کس طرح ان کو محفوظ کر رہے ہیں۔ یہ بات اہل علم کے لیے اور اہل کتاب کے لیے بڑی خوش آئند ہوگی جو میں ذکر کر رہا ہوں کہ اس ادارے نے ہمارے ساتھ وعدہ کیا ہے کہ وہ یہاں آ کے ہمارے لوگوں کو ٹریننگ دیں گے، کم از کم ایک مہینے کے لیے کہ قلمی کتابیں یا Rare کتابیں یا پرانی دو سو سال یا تین سو سال کی جو پرانی کتابیں ہیں ان کو کیسے محفوظ کیا جا سکتا ہے کیڑے سے، دیمک سے اور دوسرے ان نسخوں کی بائینڈنگ کس طرح کرنی ہے۔ اگر وہ ایک کاغذ کے چھوٹے چھوٹے پرزے ہیں تو ان کو ایک کاغذ پر Convert کیسے کرنا ہے۔ اور ان کو کیسے محفوظ کرنا ہے۔ الحمد للہ انھوں نے وہاں حاضری کے لیے جو دعوت دی اور جو Offer کی ہے وہ ہم نے قبول کرلی ہے۔ میں نے فوراً اگلے ہی دن (میں جمعہ کو آیا ہوں اور) ہفتے کو VC صاحب سے ملاقات کی اور ان کے گوش گزار کر دیا ہے اور انھوں نے یہ قبول کرلیا ہے کہ ہاں ہمارے ساتھ یہ تعاون کریں تو یہ بڑی اچھی بات ہے۔ ان کا ایک ڈائریکٹر یا ڈپٹی ڈائریکٹر جو اپنے فیلڈ میں ماہر

11292

ہیں وہ تشریف لائیں گے۔ وہ نہ صرف ہمارے یونیورسٹی کے لوگوں کو بلکہ انھوں نے کہا ہے کہ لاہور میں جتنے بڑے ادارے ہیں جن کے پاس بھی قلمی کتابیں ہیں ان کو بلالیں ہم ٹریننگ دیں گے آپ ہمیں صرف رہائش دے دیں۔ اس کے ساتھ ہم نے یہ اضافہ کیا ہے کہ ہم نہ صرف اس بندے کو رہائش دیں گے بلکہ اس کے کھانے کا بندوبست بھی کریں گے اور لاہور کے جتنے بڑے بڑے ادارے ہیں ان میں سے ایک ایک یا دو دو آدمیوں کو بلالیں گے ٹریننگ کے لیے تاکہ ہمارے پاس یہ جو قومی ورثہ ہے وہ محفوظ ہو سکے۔ میاں صاحب نے فرمایا کہ حکیم محمد موسیٰ صاحب کے کولیکشن کے بعد ہمارے لیے یہ خوش قسمتی ہے کہ حکیم محمد موسیٰ صاحب کا ذخیرہ بڑھ رہا ہے اور میاں صاحب کی ہم پر شفقت اور محبت ہے اور میں یہ اعزاز سمجھتا ہوں کہ شاہ صاحب (جمیل احمد رضوی) کے توسط سے شاہ صاحب کی مدد سے ہم اس کولیکشن کو Develop کر رہے ہیں۔ یہ سعادت میرے حصے میں آئی تھی جو میرے لیے ایک اعزاز ہے۔ ہم اس کولیکشن کو نہ صرف بڑھا رہے ہیں اس کی حفاظت کر رہے ہیں اس کی ہم ایک کیٹالاگ شائع کر رہے ہیں اور اس موقع پر میں ایک اور اعلان کروں گا کہ میاں صاحب! ہمارے پاس جو کتابیں تھیں، آپ کی کولیکشن کی جس کی تیسری جلد نہیں آئی تھی، وہ ہم نے کمپوز کر لی ہے۔ وہ ہمارے کمپیوٹر میں مکمل ہو گئی ہے اور ہم مزید کتابوں کا انتظار کر رہے ہیں۔ قبلہ میاں صاحب جوں ہی ہمارے پاس وہ کتابیں بھیجیں گے ہم ان شاء اللہ تعالیٰ انھیں کمپوز کر کے تیسری جلد کے لیے آپ کی اجازت سے وہ پرنٹ کر لیں گے۔ میاں صاحب کی ہر وقت شفقت اور محبت رہی ہے یہ سارا سلسلہ ان کی نظر کرم سے چل رہا ہے۔ یہ لائبریری جو Develop ہو رہی ہے، میں جو وہاں کام کر رہا ہوں یہ سب ان کی برکتیں ہیں یہ میاں صاحب کی نظر کرم ہے۔ شفقت ہے، محبت ہے، اور جب تک ان کا سایہ قائم ہے ان شاء اللہ تعالیٰ یہ کام ہوتا رہے گا اور یہ فیض ان کا جاری و ساری ہے اور یہ چلتا رہے گا۔

سوال و جواب

معروف صاحب: کیا یہ کام پاکستان میں بھی ہو سکتا ہے؟

چودھری صاحب: ابھی چونکہ یہ یونیورسٹی لیول کی تھی اور یونیورسٹی لیول کی میری وہاں جتنی بھی میٹنگز ہوئی ہیں انھیں وی سی صاحب نے بھی سراہا ہے اور باقی اداروں سے میری بات ہوئی ہے اور ان کو میں نے بتایا ہے کیونکہ ابھی باضابطہ طور پر پبلک لائبریری قائداعظم لائبریری اور میوزیم کی لائبریری کے منتظمین سے میری بات نہیں ہوئی ہے کہ یہ آفر ان کی ہے۔ یقیناً جب ان سے بات کریں گے تو وہ اس کو سراہیں گے۔ کیونکہ ان کو مفت یہ ٹریننگ مل جائے گی بجائے اس کے کہ ہم باہر جائیں اور وہاں سے ٹریننگ لے کر آئیں۔ ایک بندہ ان کا ایک مہینے یا دو مہینے کے لیے ایک ڈائریکٹر یا پروفیسر اور پی ایچ ڈی لیول کا آئے گا تو یقیناً وہ خوش ہوں گے کیونکہ یہ ہماری کوشش تھی اور اس کوشش میں ان کو بھی کامیابی نصیب ہوگی۔

معروف صاحب: رہائش اور کھانے کے علاوہ آپ انھیں کیا دیں گے؟

چودھری صاحب: رہائش اور کھانے کے علاوہ ہماری یہی ان کے لیے سپورٹ ہوگی کہ اگر انھوں نے کوئی لوکل وزٹ کرنا ہے تو ہم انھیں ٹرانسپورٹ دے دیں گے۔ ان کے ساتھ چونکہ سکیورٹی کا معاملہ بھی ہوگا اس لیے ہماری کوشش ہوگی کہ وہ زیادہ سے زیادہ یونیورسٹی کے ایریا میں رہیں اس لیے میں نے وی سی صاحب سے بات کی تھی۔ وی سی صاحب نے کہا کہ پنجاب یونیورسٹی کا جو ایگزیکٹو کلب ہے، ان کو وہاں ہم رہائش دیں گے کیونکہ یہاں سکیورٹی کی صورت حال بہت بہتر ہے۔

معروف صاحب: پاکستان میں سکیورٹی کے جو حالات ہیں، کیا ان حالات میں وہ آئیں گے؟

چودھری صاحب: ان کے ڈائریکٹر ڈاکٹر چارلس پہلے آچکے ہیں اور وہ ہمارے اسی گیسٹ ہاؤس میں ٹھہر چکے ہیں یونیورسٹی کی صورت حال نسبتاً بہتر ہے لیکن شاید ابھی وہ نہ آئیں کیونکہ ان کا پروگرام تھا کہ یا تو وہ نومبر میں آسکتے ہیں یا پھر آئیں گے مارچ یا اپریل میں۔ ہماری بھی یہی کوشش ہوگی کہ مارچ اور اپریل تک ان کا انتظار کیا جائے تو اس وقت تک اگر حالات کچھ بہتر ہو گئے تو ان کو بلائیں گے۔

معروف صاحب: کیا آپ کے لوگ بھی ادھر جا سکتے ہیں؟

چودھری صاحب: ہاں یہ ان کی آفر ہے۔ اس ٹیم سے ہماری جو بات چیت ہوئی نیز دوسری یونیورسٹی گلاسگو یونیورسٹی کی جسے ان کی ڈائریکٹر ریسرچ اینڈ لائبریری نمائندگی کر رہی تھیں، ان سے بھی جو میری ملاقات ہوئی ہے انھوں نے بھی اس چیز کو مانا ہے کہ Exchange Programme کے تحت اگر آپ اپنے لوگوں کو بھیج دیں تو ہم ان کو تین مہینے کے لیے ٹریننگ دے سکتے ہیں۔

معروف صاحب: ادارے کا نام کیا ہے؟

چودھری صاحب: ادارے کا نام ہے The Islamic Manuscript Association

محمد عالم صاحب: کیا آپ کسی اور ادارے میں بھی گئے؟

چودھری صاحب: ان کا جو سائنس میوزیم ہے، وہ بھی ان مخطوطات کو محفوظ کرتا ہے۔ وہ بھی میں نے دیکھا ہے۔ اس کے بعد University of Strathclyde گلاسگو والوں کے ساتھ بھی میں نے میٹنگ کی۔ یہ میٹنگ باقاعدہ پہلے سے طے تھی۔ ایک 15 اکتوبر کو اور دوسری 16 کو میری میٹنگ ہوئی تھی۔

معروف صاحب: جس طرح آپ نے Visit کیا ہے کیا دوسری اچھی اچھی لائبریریوں کے

چیف لائبریرین بھی جاسکتے ہیں؟

چودھری صاحب: جی ہاں۔ وہ بھی اگر کوشش کریں تو وہ Welcome کرتے ہیں اور Oppose نہیں کرتے لیکن ان کا طریق کار یہ ہے کہ آپ ان سے کم از کم ایک مہینہ پہلے میٹنگ طے کرلیں۔

معروف صاحب: خاص طور پر آپ کو کیوں Oblige کیا گیا اور بھی بہت سارے لوگ ہیں؟

چودھری صاحب: ہاں بہت سارے لوگ ہیں وہ بھی شاید جاتے ہوں۔ وہ بھی اگر کوشش کریں تو وہ بھی کامیاب ہو سکتے ہیں کیونکہ میری یہ کوشش تھی کہ میں نے اپنی یونیورسٹی لائبریری کو ڈویلپ کرنا ہے، میں نے یورپ کی طرز دیکھنی ہے کہ وہ ریڈر کے لیے اور ریسرچرز کے لیے کیا سروسز Provide کرتے ہیں۔ تاکہ میں بھی اپنی لائبریری کو مزید بہتر کروں۔ یہ میری ذاتی کوشش تھی اور آپ یہ سن کر حیران ہوں گے کہ میں نے اپنی جیب سے یہ ٹور کیا ہے یونیورسٹی نے مجھے ایک پائی بھی ادا نہیں کی لیکن وہاں جو سپانسر تھا ان کا خیال تھا کہ اگر آپ کیمبرج میں رہیں تو آپ کو فلیٹ دے دیں گے لیکن چونکہ لندن کیمبرج سے دو گھنٹے کے فاصلے پر تھا اس لیے میں لندن میں بھی اپنے ہی خرچ پر رہا ہوں اور یونیورسٹی کی ایک پائی بھی اس میں شامل نہیں ہے۔

معروف صاحب: اس ٹور کے لیے انھوں نے خود آپ کو Invite کیا تھا یا آپ نے خود ان کو Letter لکھا تھا؟

چودھری صاحب: انھوں نے خود ہمیں Invite کیا تھا۔ یہاں لاہور میں پانچ چھ ماہ پہلے پنجاب یونیورسٹی اور لمز کے Coordination سے ایک سات روزہ کانفرنس ہوئی تھی تو وہ آئے تھے یہاں ہماری لائبریری کو دیکھنے کے لیے۔ جب انھوں نے دیکھا کہ ہمارے پاس اتنا میٹریل ہے خصوصی طور پر ہمارے پاس جو پرشین

کے manuscripts مخطوطات تھے، انھیں دیکھ کر وہ بہت خوش ہوئے لیکن Consevation اور Preservation جو ہماری ہے اس سے وہ مایوس ہوئے۔ اس کے بعد ان سے ہماری خط و کتابت ہوئی تو انھوں نے کہا کہ ہم آپ کو یہ سپورٹ دے سکتے ہیں اس لیے انھوں نے مجھے بلایا تھا۔ ان کی طرف سے Invitation تھی۔

معروف صاحب: آپ کے پاس اور ان کے پاس کتنے مخطوطات ہیں؟

چودھری صاحب: ہمارے پاس ہزاروں مخطوطات ہیں اور ان کے پاس بھی ہزاروں مخطوطات ہیں ان سے بات ہوئی تھی کہ اگر ہم کسی مخطوطے کی فوٹو کاپی لینا چاہیں؟ تو انھوں نے کہا کہ ٹھیک ہے جس طرح آپ کی Terms and Conditions ہیں اسی طرح ہماری بھی Terms and Conditions ہیں ہم آپ کو فوٹو کاپی دے سکتے ہیں۔

محبوب عالم: ان میں سے آپ کن مخطوطات کو Priority دیں گے؟

چودھری صاحب: ہمارے پاس جو زیادہ پرانے مخطوطات ہیں وہ سنسکرت زبان میں ہیں لیکن ہماری جو Preference ہے وہ ہے عربی، فارسی اور اردو کے مخطوطات۔

معروف صاحب: آپ نے وہاں جو مخطوطات دیکھے ہیں، وہ کونسی زبان میں ہیں؟

چودھری صاحب: وہ بے شمار زبانوں میں ہیں پرشین میں بھی ہیں۔ باقی ان کے پاس World over جتنی بھی زبانیں ہیں ان میں ہیں کیونکہ ان کے پاس بے شمار ذخیرہ ہے۔ میں نے کافی زبانیں وہاں دیکھی ہیں لیکن ان کی Preservation جو ہے وہ کمال کی ہے۔ ان کے پاس باقاعدہ Expertees ہیں۔ Language کا ہمارے پاس تو ایک بھی بندہ نہیں ہے جو ہماری سابقہ Persian کو بھی جان سکے اور ہمارے پاس جو سنسکرت یا تامل میں لکھے

ہوئے مخطوطات ہیں یا گورمکھی میں لکھے گئے ہیں ان کو پڑھ سکے۔ لیکن ان کے پاس Language Experts ہیں۔ ان کے پاس پڑھنے کے لیے الگ بندے ہیں ان کے بائنڈنگ ایکسپرٹ جو ہیں وہ بہت Highly Paid لوگ ہیں۔ اسی طرح ان کو جو بٹر پیپر پر ٹرانسفر کرتے ہیں وہ الگ لوگ ہیں۔ ان کے پاس بہت بڑا سیکشن ہے بائنڈری کا ان کی ریڈنگ کرنے کا ان کو Preserve کرنے کا۔

معروف صاحب: آپ کروڑوں روپیہ بلڈنگ پر لگا دیتے ہیں بندے کیوں نہیں Hire کرتے؟

چودھری صاحب: وہ اس لیے کہ اُن کی Priority ہے ایجوکیشن، یورپ کی Priority ایجوکیشن ہے۔ وہ ایجوکیشن پر صرف کرتے ہیں ہماری Priroity ایجوکیشن ہے ہی نہیں، تو ہم ایجوکیشن پر صرف کیوں کریں میں اس کا حوالہ یہ دوں گا کہ یونیسکو کے تحت ایک سیمینار ہوا تھا اور ہمارے پاس وہ کتاب بھی ہے اور شاہ صاحب نے وہ دیکھی ہوئی بھی ہے اس میں ایک Quotatian ہے اگر آپ نے کسی ملک کی ایجوکیشن کو دیکھنا ہو تو اس کی یونیورسٹیاں دیکھیں اور ہائر ایجوکیشن کے انسٹی ٹیوشن دیکھیں اگر ہائر ایجوکیشن کے انسٹی ٹیوشن دیکھنے ہیں اور ان کی ڈویلپمنٹ یا کامیابی دیکھنی ہو تو اس ادارے کی لیبارٹریاں اور لائبریریاں دیکھیں کہ ان کی لیبارٹریاں اور لائبریریاں کتنی Developed ہیں تو اسی سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ہم اپنی لیبارٹریوں یا لائبریریوں کے لیے کتنا بجٹ رکھتے ہیں۔ اُن کی Priority ہے ایجوکیشن اس لیے وہ کروڑوں اور اربوں کے بجٹ مختص کرتے ہیں اور اس کا فائدہ بھی اٹھاتے ہیں۔ ہمارے پاس سنسکرت یا گورمکھی کے Manuscript چار سو سال یا پانچ سو سال پرانے پڑے ہیں لیکن آج تک ایک بھی بندہ ایسا نہیں کہ ان کو پڑھ کر دیکھے حالانکہ اس میں اسٹرانومی کی بھی

ہے۔ Basically وہ چودہ فیلڈ کے ہیں اور ان میں بیسک نالج ہے۔ اگر ہم ان کو ٹرانسلیٹ کر سکیں کسی اور زبان میں تو ہم World over اس کو پبلش بھی کر سکتے ہیں، اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں یونیورسٹی فائدہ اٹھا سکتی ہے۔

محبوب تماپل: چودھری صاحب! جب وہ کسی مخطوطہ کو محفوظ کرتے ہیں تو ان کا جو پراسیس ہوتا ہے اور اس میں جو کیمیکلز اور ٹیکنالوجی استعمال کرتے ہیں اس سے اس اصلی مخطوطہ پر بھی کوئی اثر پڑتا ہے، یا وہ بالکل اپنی اصلی حالت ہی میں رہتا ہے؟

چودھری صاحب: وہ مخطوطہ بالکل اپنی اصلی شکل ہی میں رہتا ہے۔ ہمارا تو صرف ایک ہی سسٹم ہے نا کہ ہم اسے Digital کر رہے ہیں یا الیکٹرانک میڈیا میں لے آئیں لیکن وہ اصل فارمٹ پر توجہ دیتے ہیں۔ ان کی کوشش ہوتی ہے کہ اصل فارمٹ محفوظ رہے اس کے لیے وہ اس طرح کرتے ہیں کہ مثلاً ایک کاغذ کا پرزہ ہے جس کا آگے پیچھے کچھ مل نہیں رہا ہم تو اسے پھینک دیتے ہیں لیکن وہ اس کو بھی محفوظ کرتے ہیں۔ ان کے پاس ایکسپرٹ ہوتے ہیں میں نے ان سے یہ سوال کیا تھا کہ:

Have you any expert to translate or to carry on this text with other page or paragraph?

اُنھوں نے کہا۔

Yes! We have expert who can make any statement or other sentence to make this text or paragraph complete.

ان کی چونکہ Priority ہے اور ان کا مشن ہے اور ان کے بندے Committed ہیں وہ اس طرح نہیں کرتے کہ آپ بندے کو لگا کر چلے جائیں بندہ دروازہ بند کرے گا اور چلا جائے گا۔ وہ لوگ بیٹھے ہوئے ہیں چھٹی والے دن بھی میں میوزیم گیا وہ لوگ تالہ لگا کر بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان کی ڈیوٹی ہے چھ بجے رات تک وہ لوگ بیٹھے ہوئے ہیں اور کام کر رہے ہیں۔ جو بندہ اپنے کام پر بیٹھا ہوا ہے اسے یہ تک پتا نہیں چلتا کہ اس

کے پاس سے کون سا بندہ گزر کر گیا ہے میرے سامنے کون سا بندہ آیا ہے۔ اگر کسی ڈائریکٹر نے ہمیں بلایا ہے جیسے چیف لائبریرین لاہور کو تو وہ بندہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا ورنہ اس نے مڑ کر دیکھا بھی نہیں کہ یہ آدمی کون گزر گئے ہیں۔ یہ ان کی کمٹمنٹ ہے میں جنرل بات کروں گا کہ ہمارا اور انکا جو فرق ہے وہ یہی ہے۔ ان میں اپنے کام سے Honesty اور کمٹمنٹ ہے۔ ہمارے ہاں ہر بندے میں نہ Honesty ہے نہ کمٹمنٹ ہے۔ اپنے کام کرتے ہیں۔

معروف صاحب: ہمارے یہاں ایک آدمی پر کام کا زیادہ بوجھ نہیں ڈالا جاتا وہاں وہ زیادہ کام کرتے ہیں۔

چودھری صاحب: یہ ذاتی مثال ہے کہ جو گدھا زیادہ بوجھ اٹھا سکتا ہو، اسے زیادہ لادا جاتا ہے۔ جو پہلے ایک من اٹھاتا ہے اگر ڈیڑھ من کی باری آئے تو کہتے ہیں یار اسے دفع کرو یہ تو گر جائے گا۔ اصل بات تو کمٹمنٹ کی ہے۔ جس بندے کے بارے میں آپ کو یقین ہو کہ وہ پازیٹو رزلٹ لائے گا اسی بندے کو کام دیتے ہیں جب ایک ریسرچر یا ایک اتھارٹی میرے پاس کام کے لیے آتی ہے تو میں ایسے بندے کو بھیجوں گا جو مثبت رزلٹ لے کر آئے گا ایسا نہیں کہ آدھے گھنٹے بعد وہ آ کر کہے کہ وہ تو ملا ہی نہیں جی۔ اس سے میری Reputation بھی خراب ہو گی اور ادارے کی بھی۔ سچی بات یہی ہے کہ اگر وہ آدمی کمٹڈ ہے تو کام ہو جائے گا ورنہ نہیں۔ یہ لائبریری آپ کے سامنے Develop ہوئی ہے میاں صاحب کی دعاؤں سے دو تین سالوں کے اندر۔ اگر اور توجہ دیں تو یہ اور بہتر ہو سکتی ہے۔

معروف صاحب: کیا آپ کا عملہ پورا ہے؟

چودھری صاحب: عملہ تو ہمارا پورا نہیں ہے بلکہ جو بھرتی پوسٹیں ہیں وہ بھی پوری نہیں ہیں۔

معروف صاحب: بلڈنگ پر تو اربوں روپیہ لگا دیتے ہیں؟

چودھری صاحب: جہاں تک بلڈنگ کا تعلق ہے میں جو بلڈنگ وہاں دیکھ کر آیا ہوں، اس کے مقابلے میں یہ بلڈنگ ایک سٹور معلوم ہوتی ہے۔ بیشک یہ بلڈنگ ہے لیکن فنکشن کے حساب سے آپ اسے بلڈنگ نہیں کہہ سکتے۔ مثلاً ہمارے پاس آج تک یہ نہیں ہو سکا کہ کسی معذور کے لیے ہم لفٹ ہی لگا دیں حالانکہ وہ جگہ بنی ہوئی ہے اور میں نے کئی بار لکھا بھی ہے۔

معروف صاحب: بہت خوشی ہوئی آپ کی بہت بہت مہربانی۔

چودھری صاحب: شکریہ آپ کی بہت مہربانی اور میں خصوصی طور پر آپ تمام اہل علم اور اہل کتاب حضرات کا اور بالخصوص میاں صاحب کی محبت اور خصوصی شفقت کا شکر گزار ہوں کہ میاں صاحب نے آج کا یہ پروگرام رکھا۔

فاروقی صاحب: اور میاں صاحب نے ان سکالرز اور اہل علم کو بھی مدعو کیا جو آپ کے موضوع سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ اگر وہ آجائیں جو پرائیویٹ لوگ ہیں جن کے پاس بعض مخطوطے ہیں کیا یہ بھی اس پروگرام سے مستفید ہو سکتے ہیں؟

چودھری صاحب: بالکل یہ کوئی ان کی پابندی نہیں ہے کہ یہ صرف سرکاری اداروں کے لوگوں کے لیے ہوگا۔ کوئی بھی مثلاً محمد عالم مختار حق صاحب اپنا بہت بڑا کولیکشن اور ذخیرہ رکھتے ہیں یہ بھی آسکتے ہیں بلکہ میں خصوصی طور پر ان کو دعوت دوں گا کہ یہ تشریف لائیں۔ جب ان سے ہمارا یہ پروگرام Mature ہو جاتا ہے کیونکہ یہ اچھی بات ہے۔ ضروری نہیں کہ ہمارے اداروں کے لوگوں نے ہی Preserve کرنا ہے۔ جن لوگوں کے پاس ذاتی کولیکشن ہیں ذاتی ذخیرے ہیں ان کو تو بہت زیادہ ضرورت ہے اس چیز کی۔

فاروقی صاحب: تو یہ ذاتی ذخیروں والے زیادہ قابل احترام لوگ ہیں، قابل ستائش ہیں کہ

انھوں نے مشکل سے ان چیزوں کو جمع کیا، ان کی حفاظت کی، ان کی دیکھ بھال کی۔ آپ کے پاس تو خیر بہت لوگ جاتے ہیں میرے پاس بھی کبھی کبھی یہ دیوانے آ جاتے ہیں۔ وہ بتاتے ہیں کہ ہم کس طرح یہ کتاب حاصل کرتے ہیں کس طرح کتاب کو سنبھالتے ہیں ہمارے ایک دوست تھے شفقت جیلانی۔ اللہ ان کو غریق رحمت کرے وہ محمد عالم صاحب کی لائبریری میں گئے جہاں ہزارہا کتابیں ہیں۔ وہ کہنے لگے کہ ''اگر کوئی کتاب لبھنی ہووے تے اوہ کِداں لبھدے او'' انھوں نے کہا کہ ''جداں تسیں اپنیاں بھیڈاں لبھ لیندے او'' انھوں نے ایک کتاب کا نام لیا یہ فوراً اٹھ کر لے آئے۔ میں محمد عالم صاحب کی ایک تعریف آپ کے سامنے کرنا چاہتا ہوں۔ بعض اوقات مجھے کوئی شعر بھول جاتا ہے میں ان کو ٹیلی فون کرتا ہوں کہ یار ایک شعر کا یہ مصرع ہے پورا اور صحیح شعر کیا ہے؟ یہ کہتے ہیں ذرا دو منٹ ٹھہر جاؤ۔ یہ فوراً اٹھتے ہیں، اپنی کتابوں میں سے متعلقہ کتاب نکالتے ہیں اسے دیکھتے ہیں شعر نکالتے ہیں اور میری اصلاح کر دیتے ہیں۔ یہ بھی ایک بڑی بات ہے آپ جانتے ہیں کہ کئی لائبریریاں ایسی ہیں جن میں مخطوطے کئی کئی سو سال پرانے ہیں۔ میرے پاس کل ایک صاحب آئے اور کہنے لگے کہ میرے ذاتی کتب خانے میں چھ سو سال پرانا ایک مخطوطہ ہے اس کو سنبھالنا بہت بڑی بات ہے خاندان در خاندان ان کو سنبھالنا اگر آپ کا وفد آئے تو ان کا بھی ذرا خیال رکھیں۔

چودھری صاحب: بالکل جناب۔ میرا ہمیشہ سے یہ موقف رہا ہے کہ جتنے ذاتی ذخیرے ہیں وہ بہت ہی اہمیت کے حامل ہیں کیونکہ اپنی جیب سے کتاب خریدنا بڑی ہمت کا کام ہوتا ہے۔ اگر ہم خلفائے راشدین سے نیچے کی طرف آئیں تو وہ لوگ جو خدا ترس سلاطین تھے، یہ ان کی سنت کو زندہ فرما رہے ہیں۔ میں نے تو کئی

مرتبہ حضرت میاں صاحبؒ سے درخواست بھی کی کہ ان کا ذخیرہ جو ہمارے پاس محفوظ ہے وہ نہ صرف ان کے لیے ہے بلکہ آپ بھی وہ ذخیرہ دیکھ سکتے ہیں۔ذاتی ذخیرے ہمیشہ بہت زیادہ اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ہوسکتا ہے کہ ہمارے چیئر مین کوئی ایسی کتاب Recommend کردیں، جو زیادہ اہم نہ ہو مگر ذاتی ذخیروں میں کوئی کتاب ایسی نہیں آسکتی جو بہت زیادہ اہمیت کی حامل نہ ہو۔

سید جمیل رضوی صاحب: آپ نے ابھی ذاتی ذخیروں کا ذکر کیا ہے۔ہماری لائبریری سائنس میں کہا جاتا ہے کہ جب کوئی ذاتی ذخیرہ کسی سرکاری ادارے میں یا یونیورسٹی میں آجاتا ہے تو وہ کولیکشن کی Back bone شمار ہوتا ہے۔تاریخ فخری میں ایک واقعہ ملتا ہے کہ ایک بہت بڑے صوفی عالم اور کتاب دوست تھے جن کا نام الصولی تھا۔ان کے پاس کتابوں کا ایک بہت بڑا ذخیرہ تھا۔چنانچہ ان کے بارے میں تاریخ فخری میں یہ اشعار ملتے ہیں:

انما الصولی شیخ　　اعلم الناس خزانہ

کلما جئنا الیہ　　نبتغی منہ ابانہ

قال یاغلمان ھاتوا　　رزمۃ العلم فلانہ

صولی بہت بڑے عالم ہیں۔ان کا بڑا علمی ذخیرہ ہے ہمیں جب کوئی علمی مسئلہ پیش ہوتا ہے ہم ان کے پاس جاتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ''اوہ منڈیا گل سن کہ جافلانی کتاب اٹھا کے لیا ایہناں دا مسئلہ حل کریے۔''تو یہ جو ذاتی ذخیرے ہوتے ہیں یہ واقعی Back Bone ہوتے ہیں کسی لائبریری کی۔

فاروقی صاحب: بڑی ہمت ہوتی ہے ایسے لوگوں کی مختلف لوگوں کو Deal کرنا۔وقتاً فوقتاً وہ آرہے ہیں۔ان کی رہنمائی کرنا یہ ایک بڑی چیز ہے۔چند دن ہوئے میں نے
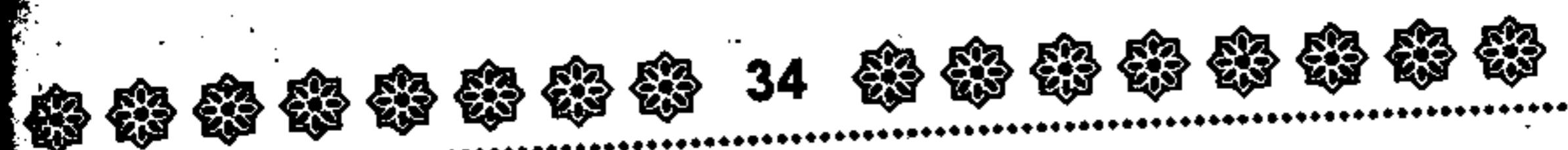
اپنے رسالے میں شائع کر دیا کہ ایک صاحب نے تفسیر شائع کی ہے دو جلدوں میں۔ اگر بظاہر دیکھا جائے تو اس کی دو ہزار روپیہ قیمت ہے بڑی اعلیٰ جلدیں، بڑی اعلیٰ چھپائی، بڑی عمدہ۔ انھوں نے یہ اعلان کیا کہ میں یہ مفت تقسیم کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے بیوقوفی کی کہ رسالے میں اعلان کر دیا۔ اب اس گھر قیامت آ گئی جو آدمی ہے چلا جا رہا ہے مفت خورہ چلا جا رہا ہے۔ دروازہ کھٹکھٹا رہا ہے برا حال کر رہا ہے وہ کہتا ہے مجھے سونے دو، مجھے مرنے دو۔ مانا کہ میں نے مفت کتاب کا اعلان کر دیا ہے۔ پر اتنا بھی مفت خورہ نہیں ہونا چاہیے۔ ایسے لوگ بھی ہیں جو کتابوں پر جھپٹتے ہیں۔ یہ کتاب کا حسن بھی ہے کہ جس کو نہیں ضرورت وہ بھی لے جاتا ہے۔ اگر آپ کی لائبریری میں میرا داؤ لگے تو میں بھی ایک بوری بھر کو لے آؤں۔ میں نے بہت سے علماء کو دیکھا کہ ان کی کتابوں کو ان کی اولاد سنبھال نہیں سکی اور وہ بوریوں میں بند کر کے یا کباڑیوں کو دے دیں یا کسی اور کو دے دیں یوں کتابیں بکھر گئیں۔ آپ لوگ غنیمت ہیں کہ ان چیزوں کو سنبھال رہے ہیں۔

رضوی صاحب: علامہ ڈاکٹر صوفی ضیاء الحق صاحب جو کہ علامہ اصغر علی روحی کے فرزند تھے اسلامیہ کالج میں عربی کے استاد تھے۔ وہ کلاس کو حماسہ پڑھا رہے تھے جو کہ کلاسیکل پوئٹری ہے کلاس ختم ہونے والی تھی۔ ایک طالبہ نے کھڑے ہو کر کہہ دیا کہ سر آپ کا وقت ختم ہو گیا۔ بس یہ کہنا تھا کہ اس کے بعد وہ ایک مہینہ کلاس میں نہیں آئے۔ جب طالب علموں نے ان کو منا لیا تو پھر وہ کلاس میں گئے اور جا کر کہا کہ میں استاد ہوں مجھے علم تھا کہ میرے لیکچر کا وقت ختم ہو رہا ہے میں جو بات کر رہا تھا اس کا آخری فقرہ باقی تھا تو یہ طالب علم کون ہوتے ہیں مجھے کہنے والے کہ سر آپ کا وقت ختم ہو گیا۔ ایسے اساتذہ اور اس طرح سے پڑھانے

والے اب کہاں!

فاروقی صاحب: بالکل درست اگر اگلے استادوں کا ذکر کیا جائے تو پتا چلتا ہے کہ یہ عام انسانوں سے ہٹ کر تعلیم دیا کرتے تھے۔

جمیل احمد رضوی صاحب: 1962ء میں یونیورسٹی میں پڑھا کرتا تھا 63ء میں مجھے سروس مل گئی۔ ڈاکٹر ضیاء الحق صاحب مرحوم گورنمنٹ کالج سے فارغ ہو کر بلاناغہ روزانہ لائبریری میں آتے اور آدھ پون گھنٹہ وہاں گزارتے اور ریسرچ کرنے والے ان کے شاگرد باری باری اپنے اپنے سوالات لے کر ان کے پاس آتے اور یہ ان کو گائیڈ کرنے کے لیے روزانہ آدھ پون گھنٹہ وہاں ان کے مسائل حل کرتے حالانکہ یہ ان کی ڈیوٹی نہیں تھی۔ ایک دن وہ سیڑھیاں اتر رہے تھے اور میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ میں نے کہا کہ صوفی صاحب۔ اچھا یہ بتائیں کہ یہاں بہت سے اساتذہ پڑھاتے ہیں مگر آپ روزانہ پڑھانے کے بعد آدھا پون گھنٹہ لائبریری میں اپنے شاگردوں کے مسائل حل کرنے پر صرف کر دیتے ہیں تو یہ کیا بات ہے کیونکہ باقی اساتذہ میں سے تو کوئی بھی اس طرح وقت نہیں دیتا۔ صوفی صاحب کہنے لگے ہم گورنمنٹ کے ملازم ہیں ہمیں پڑھانے کی تنخواہ ملتی ہے ہم صاحب علم ہیں ہمارا سرمایہ اور نصاب علم ہے ہر صاحب نصاب پر زکوۃ فرض ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ تنخواہ تو میں گورنمنٹ سے لے لیتا ہوں مگر اپنے علم کی زکوۃ دینے کے لیے میں روزانہ یہ وقت اپنے شاگردوں کو دیتا ہوں۔

فاروقی صاحب: اب میں صوفی بہاء الحق (اشک) صاحب کی غیر علمی بات کرنا چاہتا ہوں۔ میں ان کے ساتھ کافی دیر رہا۔ آپ اشک صاحب کو تو جانتے ہیں روحی صاحب کے چھوٹے بیٹے۔ فارسی میں ماہر وہ فرماتے ہیں کہ جب میں چھوٹا تھا

تو میرے والد صاحب بھاٹی دروازے کے اندر رہائش پذیر تھے اور لوگ عموماً جن کی بھینس دودھ نہیں دیتی تھی ان کے پاس آ کر آٹا دم کروا کر لے جاتے تھے۔ وہ آٹا بھینس کو کھلاتے تو وہ دودھ دینا شروع کر دیتی۔ ہم اگرچہ اصغر علی روحی کے لڑکے ہیں عالم دین کے لڑکے تھے، دم کرنے والے کے لڑکے تھے لیکن ہم دس لڑکوں کے ایک گروہ نے پروگرام بنایا کہ گوجروں کی جتنی بھینسیں تھیں رات کو ان کا سارا دودھ پی جاتے۔ وہ صبح اٹھ کر دیکھتے کہ ان کی بھینسیں دودھ نہیں دیتیں وہ میرے ابا جی سے آٹا دم کرانے آتے تھے مگر ہم آدھی رات کے وقت سارا دودھ پی جایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ رات کو بادل تھے گرج چمک تھی ہم بھی زیادہ دودھ کے متمنی تھے خدا کا کرنا کیا ہوا کہ ہم سے ایک لڑکا جو زیادہ طاقتور تھا وہ دودھ پینے کے لیے پہلے داخل ہوا۔ جونہی وہ بھینسوں کے پاس سے گزرنے لگا ایک سانڈ کے ہتھے چڑھ گیا جس نے اس لڑکے کو اپنے سینگوں پر لیا اور گھما کر دور پھینکا۔ لڑکا تڑپ کر رہ گیا اور ایک شور مچ گیا۔ ہم سب بھاگ گئے مگر وہ پکڑا گیا اور اس نے سارا پول کھول دیا کہ ہم یہ کام کیا کرتے تھے۔ صبح کے وقت تمام گوجر مل کر میرے ابا جی کے پاس گئے اور شکایت کی کہ ہم آپ سے دم کرواتے رہے اور آپ کے بچے یہ حرکت کرتے رہے اور آپ کا بچہ جو اشک ہے نا یہ بھی ان میں شامل تھا۔ حضرت صاحب نے اس کو بلایا اور پوچھا کہ یہ کیا کرتا رہا اس نے کہا کہ بس جی دودھ ہی پیتا رہا ہوں اور تو کچھ نہیں کرتا رہا۔ مولوی صاحب بڑے عالم فاضل تھے انھوں نے گوجروں سے کہا کہ میرے بیٹے نے چوری کا جتنا دودھ پیا ہے اس کے پیسے مجھ سے لے جانا اور دوسرے بچوں کا میں ذمہ دار نہیں ہوں۔ مجھے یہ روایت اور پر لطف حکایت اشک صاحب نے اپنی زبان سے سنائی کہ ہم اس

طرح بھی کیا کرتے تھے۔ بہرحال بڑے ہو کر وہ پروفیسر ہوئے، عالم بنے، ہزاروں ان کے شاگرد ہوئے۔ میں جب ان کے پاس بیٹھ جاتا تھا تو یہ فارسی اساتذہ کے بڑے عمدہ عمدہ شعر سناتے اوران کی تشریح کرتے مجھے آج تک یاد ہے کہ وہ کتنا خوبصورت انسان تھا کہ مجھ جیسے آدمی کو بھی قیمتی اشعار سنا کر اپنی طرف سے تربیت دیا کرتے۔ تو ایسے استاد بھی زمانے میں ہوئے ہیں اور ابھی بھی ہیں ہم اساتذہ سے کٹ گئے ابھی بھی مولانا روحی کی مسجد ہے آخری عمر میں نابینا ہو گئے تھے۔ پروفیسر حاکم علی صاحب سائنس کے پروفیسر تھے اسلامیہ کالج میں ایک دن وہ تجربہ کر رہے تھے تو تیزاب نکل کر پاس بیٹھے ہوئے مولانا روحی کی آنکھوں میں پڑ گیا جس سے ان کی بینائی جاتی رہی علامہ اقبال ان سے استفادہ کرتے رہے علامہ نے کہا کہ میں نے محاورہ تو پڑھا ہے کہ کوزہ میں دریا بند ہے لیکن مولانا روحی کو جب دیکھتا ہوں تو پتا چلتا ہے کہ علم کا جو اتنا بڑا سمندر ہے وہ اس کوزے میں بند ہے۔

ال مجددی صاحب: پروفیسر ڈاکٹر مولوی محمد شفیع نے اپنے مقالہ ''یادایام'' مشمولہ مقالات دینی وعلمی حصہ دوم مطبوعہ لاہور ۱۹۶۱ء میں اپنے خود نوشت حالات میں اپنی تحصیل علم کا اس طرح تذکرہ کیا ہے ''مختصر المعانی'' کے مطالعہ کے وقت بعض مقامات پر مجھے اشکالات درپیش تھے مولانا کی طرف رجوع کیا تو بوجہ کم فرصتی انھوں نے تجویز کی کہ کالج سے گھر جاتے وقت راستے میں وہ ان اشکالات کو رفع کریں گے۔ کالج ان دنوں شیرانوالے دروازے میں تھا اور وہ بھاٹی دروازہ میں رہتے تھے۔ اس راستے کو طے کرتے وقت ان کے ہمرکاب کتاب ہاتھ میں رہتی تھی۔ اس دوران میں مشکل مقامات پڑھتا جاتا تھا اور وہ ان کو حل کرتے جاتے۔ بازار کی گہما گہمی کسی طرح بھی اس سلسلے میں خارج نہ

ہوتی تھی۔

محمد عالم مختارحق صاحب: روداد قلمبند کرتے وقت مجھے یاد آیا کہ اس قسم کا ایک واقعہ محمد راشد شیخ صاحب نے اپنی معرکہ آرا تصنیف علامہ عبدالعزیز میمن (سوانح اور علمی خدمات) میں پروفیسر رفیع الدین اشفاق کے حوالے سے بیان کیا ہے جسے مذکورہ بالا واقعہ کی مناسبت سے درج ذیل کیا جاتا ہے:

''علامہ میمن صاحب نے اپنے چوبیس گھنٹوں میں سے ایک وقت ایسا بھی نکال رکھا تھا کہ اس میں حاضری کے لیے اذن عام تھا۔ وہ روزانہ علی گڑھ کے قلعے کے اطراف دو تین میل دوڑ لگایا کرتے تھے جس میں ان کے ساتھ وہ طلبہ بھی شامل ہوتے تھے جو علامہ سے اپنی مشکلات حل کرنا چاہتے تھے۔ اس عاجز کو اس تفریح میں اکثر استاذ کے ساتھ جانے کا موقع نصیب ہوا اور جو پوچھا اسے خوب سمجھایا سوالات پر پابندی نہیں تھی کہ کیا پوچھیں اور کیا نہ پوچھیں، جوابات استاذ کے پاس سب حاضر تھے۔ انھوں نے اپنی زندگی کے ایک ایک منٹ کا صحیح علمی مصرف نکال لیا اور اس تفریح کے وقت کو بھی ضائع نہیں ہونے دیا۔''

رضوی صاحب: آپ کو معلوم ہے کہ مولوی شفیع صاحب انگریز کے بعد پہلے پرنسپل بنے یونیورسٹی اورینٹل کالج کے۔ انھوں نے پہلے ایم اے (انگریزی) کیا تھا پھر دل میں شوق پیدا ہوا کہ میں عربی بھی پڑھوں آپ نے تو صرف ایک کتاب کی بات کی لیکن جو میں نے سنا ہوا ہے وہ اس طرح سے ہے کہ یہ پڑھانے کے لیے روحی منزل سے اسلامیہ کالج پیدل جاتے اور پیدل ہی واپس آتے۔ مولوی محمد شفیع نے ان سے کہا کہ آپ سے عربی پڑھنا چاہتا ہوں تو انہوں نے کہا کہ میرے پاس تو وقت نہیں ہے۔ ہاں ایک صورت ہے کہ میں یہاں روحی منزل سے پیدل چلتا ہوں اور اسلامیہ کالج جاتا ہوں وہاں سے پیدل چلتا

ہوں اور روحی منزل آتا ہوں تو اگر آپ پڑھنا چاہتے ہیں تو آپ میرے ساتھ پیدل اسلامیہ کالج تک چلیں میں راستے میں آپ کو پڑھاتا جاؤں گا اور جب میں اسلامیہ کالج سے واپس آؤں تو آپ میرے ساتھ پیدل روحی منزل تک آئیں میں آپ کو پڑھاتا آؤں گا۔ آپ دیکھیں کہ یہ پھر کس طرح بڑا آدمی بنا وہ کیمبرج گیا۔ کیمبرج سے عربی میں ڈگری لی اور پھر انگریز کے بعد اورینٹل کالج کے پہلے پرنسپل بنے۔

اقبال مجددی صاحب: جو بات میں نے آپ کو سنائی ہے یہ انھوں نے خود لکھی ہے۔

عبدالعزیز شیخ: ابراہم لنکن جو بعد میں امریکہ کے صدر بنے اپنی بائیوگرافی میں لکھتے ہیں کہ میں کھیت کا مزدور تھا کھیت میں کام کرتا تھا ایک دفعہ ایسا ہوا کہ میں کھیت میں کام کر رہا تھا تو مجھے اچانک اپنے زمیندار کی ایک پھٹی پرانی کتاب وہاں مل گئی۔ میں وہ پڑھنے لگ گیا۔ میں پڑھائی میں اس قدر مگن ہو گیا کہ مجھے پتا ہی نہ چلا کہ میرا زمیندار جو مجھے چیک کر رہا تھا اس نے مجھے پڑھتے ہوئے دیکھ لیا ہے۔ وہ آیا اور اس نے مجھے خوب مارا پیٹا جب وہ مار کر تھک گیا تو اس کے دل میں یہ خیال آیا کہ میں نے اسے اتنی سزا دے لی ہے چلو اب یہ پھٹی پرانی سی کتاب ہے یہ اسے دے دیتا ہوں۔ چنانچہ اس نے وہ بوسیدہ کتاب مجھے دے دی۔ ابراہیم لنکن کہتا ہے کہ جونہی وہ کتاب مجھے ملی میں اپنی ساری چوٹیں اور مار وغیرہ بھول گیا۔ سو جس نے علم حاصل کرنا ہو اور بالخصوص کسی غریب طالب علم نے جس نے مشکلات سہہ کر علم حاصل کیا ہو وہ پھر کوئی نہ کوئی کارنامہ سرانجام دے دیتا ہے۔ وہ ابراہم لنکن بعد میں امریکہ کا صدر بنا جو کہ جمہوریت کا سب سے بڑا علمبردار ہے۔ سو پڑھے لکھے لوگ پیدائشی طور پر ہی پڑھے لکھے ہوتے ہیں ان کو پیدائشی طور پر شوق ہوتا ہے۔ جہاں تک اچھے اور ایماندار اساتذہ کا تعلق

ہے وہ اب بھی ہیں ان کا تناسب بہت کم ہے ہمارے ایک استاد تھے فیض الحسن بخاری صاحب ایم اے اکنامکس پڑھایا کرتے تھے ایک دفعہ ایک شاگرد نے پوچھا کہ سر آپ نے لاء بھی کیا ہوا ہے اور اچھی خاصی وکالت بھی کر رہے تھے۔ پھر آپ وہ سب چھوڑ کر ادھر اکنامکس پڑھانے کے لیے کیوں آگئے؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ وکالت میں زیادہ تر جھوٹ بولنا پڑتا تھا بلکہ جھوٹ کو سچ ثابت کرنا پڑتا تھا جو میری طبیعت اور فطرت کے خلاف تھا لہذا وہ پیشہ چھوڑ کر میں آپ کو اکنامکس پڑھا رہا ہوں مناسب تنخواہ مل جاتی ہے جس میں میرا گزارہ ٹھیک ہو رہا ہے۔ سو ایسے نیک خصلت اساتذہ کرام اب بھی موجود ہیں خواہ ان کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر ہی ہے۔

محبوب تمایل: آپ نے بالکل بجا فرمایا ہمارے ایک استاد ہوا کرتے تھے ماسٹر رحمت اللہ صاحب (متوفی: ۱۹۹۲۔۲۔۶) وہ ہمیں حساب پڑھایا کرتے تھے۔ اتفاق کی بات ہے کہ میرے والد صاحب قبلہ محمد عالم مختار حق صاحب بھی ان سے حساب پڑھے ہوئے ہیں۔ ایک روز جب وہ کوئی سوال سمجھا رہے تھے تو اچانک کرسی پر بیٹھ گئے مگر چند لمحوں کے بعد ہی دوبارہ اٹھ کر بلیک بورڈ پر سوال سمجھانا شروع کر دیا۔ جب ان کا پیریڈ ختم ہونے لگا تو فرمایا کہ بچو تم نے مجھ سے یہ نہیں پوچھا کہ دوران پڑھائی میں کرسی پر کیوں بیٹھ گیا تھا۔ اصل میں ہوا یوں کہ میرے سر میں یک دم درد شروع ہو گیا۔ میں نے سوچا کہ دو منٹ کرسی پر آرام کر لیتا ہوں شاید یہ درد رفع ہو جائے۔ جونہی میں کرسی پر بیٹھا مجھے فوراً خیال آیا کہ اپنے دو منٹ کے آرام کے لیے میں پچاس لڑکوں کے سو منٹ ضائع کروں گا لہذا یہ خیال آتے ہی میں فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور دوبارہ پڑھانا شروع کر دیا۔ اللہ اللہ کس قدر فرض شناس ہوا کرتے تھے وہ اساتذہ کرام۔

اب کہاں دنیا میں ایسی ہستیاں۔

محمد عالم مختار حق صاحب: علامہ سرخسی عالم اسلام کی ایک مایہ ناز شخصیت تھے جو بیک وقت مجتہد فقیہ اور محدث، کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔آپ کلمہ حق کہنے میں کسی مصلحت کا شکار نہ ہونے تھے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ کلمہ حق کہنے کی پاداش میں بادشاہ وقت آپ سے سخت ناراض ہوگیا اور آپ کو فرغانہ کے ایک نواحی قصبہ اوزجند کے ایک اندھے کنویں (جب) میں محبوس کر دیا۔ آپ کے تلامذہ کو تحصیل علم کا اتنا شوق تھا کہ وہ کشاں کشاں اس کنویں کی منڈیر پر جمع ہو جاتے اور استاد کی املا کو منڈیر پر بیٹھے قلمبند کرتے جاتے۔ چنانچہ اسی حالت میں آپ نے اپنی مشہور زمانہ فقہ پر کتاب ''المبسوط'' بغیر مطالعہ اور امدادی کتب کے صرف اپنی ذہانت اور خداداد فکر رسا سے قلمبند کرادی اور یہ تاریخ کا ایک نادر اور بدیع المثال واقعہ ہے۔

اختتام تقریب پر میاں صاحب کی جانب سے دو کتابیں (1) مجالس علمیہ مرتبہ محمد عالم مختار حق اور (۲) خواجہ امیرالدین کوٹلوی مرتبہ، ملک محمد اشرف سابق ڈسٹرکٹ اٹارنی حاضرین میں تقسیم کی گئیں۔ اسی طرح برخوردار محبوب عالم تھابل کی جانب سے بھی دو کتابیں (۱) اردو میں تعیینات مرتبہ محمد عالم مختار حق اور (۲) چہل حدیث ارکان اسلام مرتبہ محبوب عالم تھابل شرکائے مجلس میں تقسیم کی گئیں۔ بعد میں میاں صاحب نے حسب معمول الوداعی کلمات سے نوازا اور دعائے خیر فرمائی۔ کوٹھی کے ایک گوشہ میں نماز عصر ادا کی گئی اور لان میں معروف احمد نے گروپ فوٹو بنایا جو اگلے روز روزنامہ ''شیر ربانی'' لاہور میں مذکورہ دعوت کی خبر کے ہمراہ شائع ہوا۔

تیسری مجلس مورخہ ۱۴ جنوری ۲۰۱۰ء

قبلہ میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری نقشبندی مجددی راقم کے کاشانہ پر تشریف لائے اور وھیل چیئر پر دو نیاز مندوں کے سہارے سے بتکلف میرے مطالعہ کے کمرے میں رونق افروز ہوئے۔ اس نشست میں برخوردار محبوب عالم تھابل بھی موجود رہا۔ میاں صاحب کے ہاتھ میں آج کا نوائے وقت اور ایک کتاب ''تذکار سرور'' تھی۔ نوائے وقت میں شائع شدہ اس اشتہار کی طرف میری توجہ مبذول کرائی جس میں آپ نے جملہ برادران اسلام سے پرزور اپیل کی ہے کہ وہ صفر المظفر کا پورا مہینا ملک کے گوشہ گوشہ میں امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی کی یاد میں جلسے منعقد کریں اور آپ کی تعلیمات اور پیغام کو عام کریں۔ آپ کا یہ مشن سالہا سال سے کامیابی کے ساتھ جاری ہے۔ جہاں تک ''تذکار سرور'' کا تعلق ہے، یہ ان کے خلیفہ صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی (المتوفی ۹ اپریل ۲۰۰۹ء) پر ان کی رحلت کے بعد لکھے گئے مقالات و پیغامات کا مجموعہ ہے جسے مرحوم کے ایک مرید محمد ناظم بشیر نقشبندی مجددی نے مدون کیا اور شیر ربانی پبلی کیشنز نیا مزنگ سمن آباد لاہور سے نومبر ۲۰۰۹ء میں منظر عام پر آیا۔ میاں صاحب نے کتاب مذکور کا بنظر غائر مطالعہ کیا ہے اور بعض متنازعہ عبارات کے نیچے خط بھی کھینچ رکھے ہیں مثلاً صفحہ ۱۵۵ پر پروفیسر راغب الیاس شاہ الہاشمی گورنمنٹ اسلامیہ کالج سول لائنز لاہور کی تقریر کی مندرجہ ذیل عبارت:

> ''جناب قبلہ اعلیٰ حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری نے جب آپ کو خلافت کی خلعت سے سرفراز فرمایا تو آپ کے الفاظ یہ تھے کہ سلسلہ نقشبندیہ کے

فروغ میں ۷۰ فیصد حصہ صوفی غلام سرور کا ہے اور باقی ۳۰ فیصد میں بھی

زیادہ حصہ انھی کا ہے۔"

کے سامنے آپ نے لکھا ہے "غلط"

اس ضمن میں آپ نے اپنے رسالہ "نور اسلام" کے اجراء کے متعلق تفصیل سے آگاہ کیا اور بتایا کہ محمد امین نقشبندی شرقپوری (متوفی ۲۹ جون ۱۹۶۷ء) ایک مشرع آدمی تھا جس کی داڑھی ناف تک پہنچتی تھی۔ وہ حضرت کرمانوالہ کا مرید تھا تشکیل پاکستان کے وقت دہلی (ہندوستان) سے ہجرت کر کے پاکستان آ گیا۔ مسلم مسجد بیرون لوہاری گیٹ کی ایک دکان میں قلمی رسالہ "شمع" دہلی کا دفتر تھا انھوں نے اس کی ایجنسی لے لی اور اس کے ساتھ اپنا بھی ایک قلمی رسالہ نکال لیا جو شخص بھی "شمع" خریدتا اس کے ساتھ اس کا رسالہ بھی فروخت ہو جاتا۔ وہ پیکو آرٹ پریس میں بطور اکاؤنٹنٹ ملازم بھی ہو گیا اور ان کے رسالہ "حقیقت اسلام" جو بہ سرکردگی ماسٹر احسان الٰہی چھپتا تھا کا مدیر بھی ہو گیا۔ اس کے ساتھ "شمع" بھی چلتا رہا۔ میں نے اس قلمی رسالہ کی مخالفت کی اور کہا کہ آپ نے کیا لغو کام شروع کر رکھا ہے۔ اس نے کہا میاں صاحب آپ "نور اسلام" کا ڈیکلیریشن لے لیں۔ میں نے کہا کہ میں تو رسالے کا تجربہ نہیں رکھتا اس نے اپنے تعاون کا یقین دلایا چنانچہ اس کی باتوں میں آ کر میں نے ڈیکلیریشن لے لیا۔ اس نے پہلا رسالہ بڑا Costly نکالا واللہ اعلم اس کا کیا مقصد تھا۔ خیر اس کے پاس ایک شیعہ کاتب تھا۔ اس نے مجھ سے کہا کہ میاں صاحب آپ گھبرائیں نہیں آپ Matter لے آیا کریں میں Set کر دیا کروں گا۔ چنانچہ معاملہ طے کر لیا۔ وہ کتابت بھی کرتا تھا اور رسالہ بھی مرتب کر لیا کرتا تھا۔ پروف ریڈنگ کے لیے میں مفتی عبدالعزیز (م: ۱۶ دسمبر ۱۹۶۳ء) خطیب جامع مسجد جنازہ گاہ مزنگ لاہور کی خدمت میں

حاضر ہو جاتا۔ وہ پروف ریڈنگ کر دیتے اور میں ان کی معمولی سی خدمت بھی کر دیا کرتا۔ کاتب چونکہ امین کے زیر اثر تھا اس کے دباؤ میں آ کر اس نے کتابت چھوڑ دی بعد میں میں نے متبادل انتظام کر لیا۔ ان دنوں "نور اسلام" کا دفتر سمن آباد میں صوفی غلام سرور کی رہائش گاہ پر تھا بعد میں میاں خلیل احمد شرقپوری نقشبندی صاحب نے داتا دربار مکان خرید لیا اور میں نے دفتر وہاں منتقل کر دیا جس کا صوفی صاحب کو رنج ہوا۔

"نور اسلام" کا اجرا 1955ء میں ہوا تھا۔ تب سے اب تک بتائید ایزدی "نور اسلام" بلا تعطل شائع ہو رہا ہے۔ اس دوران اس کے بعض یادگار نمبر بھی چھپے جیسے شیر ربانی نمبر، امام اعظم نمبر، اولیائے نقشبند نمبر (۲ جلد)، مجدد الف ثانی نمبر (۳ جلد) اور پچاس سال کامیابی سے اشاعت کا سفر طے کرنے پر اس کا گولڈن جوبلی نمبر تین جلدوں میں اشاعت پذیر ہوا۔ پرچہ تو لشتم پشتم چل ہی رہا تھا میں نے ادھر ادھر سے مضامین جمع کر کے، شیر ربانی نمبر نکالا جس کے بعد میں حکیم محمد موسیٰ امرتسری سے ملا تو حکیم صاحب نے کہا کہ شیر ربانی نمبر بہت جاندار ہے۔ میں نے اس کی وجہ دریافت کی تو حکیم صاحب نے فرمایا کہ میاں صاحب پر مواد تو ہے۔ پھر حکیم صاحب نے مجھے امام اعظم نمبر نکالنے کا مشورہ دیا۔ میں نے کہا کہ لکھے گا کون؟ انھوں نے جواباً کہا کہ اس کا انتظام بھی ہو جائے گا۔ حکیم صاحب کے پاس لکھنے والوں کا وسیع حلقہ تھا چنانچہ انھوں نے فراہمی مضامین میں بہت مدد کی اور میں امام اعظم نمبر شائع کرنے میں کامیاب ہو گیا اسی طرح ان کی اشیر باد سے بعد میں اولیائے نقشبند نمبر اور مجدد الف ثانی نمبر بھی نکالے جن کی عوام میں بہت پذیرائی ہوئی یہاں تک کہ جب پروفیسر مسعود احمد صاحب نے مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی پر "جہان امام ربانی مجدد الف ثانی" کے نام سے مضامین اور مقالات کو پندرہ ضخیم
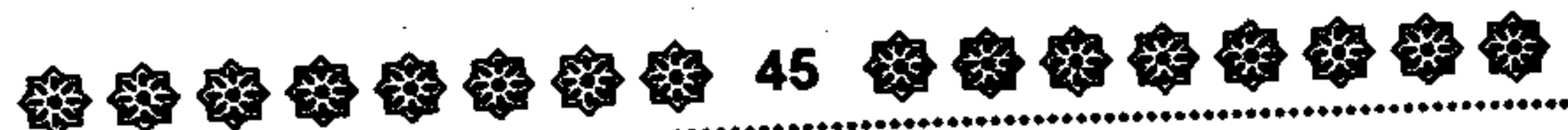
جلدوں میں شائع کیا تو اس نمبر کے بہت سے مضامین ومقالات اس میں شامل کیے گئے جو رسالے کے لیے بہت بڑا اعزاز ہے جس کا اعتراف مرتبین کی طرف سے کیا گیا۔ یہ ہے مختصری کہانی "نور اسلام" کی۔

میاں صاحب کوئی پون گھنٹہ قیام کے بعد واپس تشریف لے گئے اور کتاب "تذکار سرور" میرے کتب خانہ کے لیے عطا کر گئے جزاہ اللہ احسن الجزاء

اب ان کی خوشبوؤں سے معطر ہے رہگزار

خالد لطیف...... ہماری آخری ملاقات

ڈاکٹر ساجدہ علوی (مانٹریال، کینیڈا)

"جناب خالد لطیف نہایت دلچسپ، باشعور اور روزمرہ کے موضوعات پر گہری نظر رکھنے والے انسان تھے۔ ان کی دلچسپی کے موضوعات کا دائرہ بڑا وسیع تھا۔ تاریخ، ادب، مذہب اور دینی رجحانات پر بڑی پتے کی باتیں کیا کرتے اسی سبب حلقہ احباب بیرون ملک تک پھیلا ہوا تھا۔ ۱۵ دسمبر ۲۰۰۹ء کو ان کا اچانک انتقال ہو گیا۔ ہماری محترمہ ساجدہ علوی صاحبہ استاذ تاریخ وادبیات اُردو انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز میکگل یونیورسٹی مانٹریال (کینیڈا) کے مرحوم سے کتاب دوستی اور مطالعہ کے حوالے سے ہمشیرانہ مراسم تھے۔ چنانچہ خالد لطیف صاحب کی وفات پر انھوں نے اپنی یادوں کو ایک مضمون کی شکل میں قلمبند کر دیا جسے "الحمرا" لاہور نے فروری ۲۰۱۰ء کے شمارہ کی زینت بنایا ہے۔ حوزۂ نقشبندیہ سے وابستگی کے حوالے سے موصوفہ کی یہ خوبصورت تحریر میاں صاحب کی اجازت سے یہاں محفوظ کی جارہی ہے"۔ (محمد عالم مختار حق)

ہفتے کا دن تھا اور ماہ ستمبر کی انیس تاریخ۔ مانٹریال میں صبح تر و تازہ اور خوشگوار تھی، ہوا میں قدرے خنکی تھی۔ اور سورج بھی کچھ ٹھٹھرتا ہوا طلوع ہو چکا تھا۔ عید الفطر کی نماز کے بعد ڈاکٹر نزاکت بہن، ان کی چار سالہ پوتی، انیسہ اور میں زنانہ حصے سے نکل کر مسجد کے باہر کھڑی تھیں۔ تھوڑی دیر کے بعد خالد بھائی اپنے سب سے چھوٹے اور لاڈلے بیٹے منیب اور میرے شوہر صابر کے ہمراہ مسجد کے مرکزی دروازے سے باہر آئے۔ ہاتھ میں چھتری تھامے ٹہلتے ہوئے ہماری طرف آئے۔ عید کے غالباً نئے کپڑے، خاکی رنگ کی کڑھائی والی لمبی قمیص اور سفید شلوار پہنے

بہت بھلے لگ رہے تھے۔ ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ عید مبارک کہا۔ خنکی کے باعث ہم زیادہ باتیں نہ کر سکے۔ چونکہ اسی شام ہمارے گھر کھانے پر ملنے والے تھے، جلد ہی ایک دوسرے کو خدا حافظ کہا۔ یہ عید بھی بالخصوص زور شور سے منائی گئی کیونکہ یہ ہفتے کے روز تھی اور سب کی چھٹی تھی۔ کھانے پر میں نے اپنے ایم اے اور پی ایچ ڈی کرنے والے طالب علموں، چند قریبی پروفیسروں اور دوستوں کو بھی مدعو کیا تھا۔

شام کے ساڑھے چھ بجے عین وقت پر خالد بھائی، منیب اور اہیسہ کیک کا ڈبہ لیے ہوئے پہنچ گئے۔ جلد ہی گھر مہمانوں سے بھر گیا۔ خالد بھائی نیلے رنگ کا سوٹ پہنے، سرخ ٹائی لگائے اور چمکتے ہوئے کالے بوٹ پہنے مرکزی نشست پر بیٹھے۔ بہت خوش اور مطمئن نظر آرہے تھے۔ طالب علم اور دوسرے مہمان ان کے اردگرد بیٹھے تھے یا کھڑے تھے۔ یہ شام سب کے لیے لطف آمیز تھی۔ طالبعلم اپنے گھروں سے دور، اپنے دوستوں، پروفیسروں اور دیگر مہمانوں کے ساتھ خوش گپیاں کر رہے تھے، قہقہے لگا رہے تھے۔ ادبی، علمی اور تحقیقی مسائل کو سلجھایا جا رہا تھا، مختلف موضوعات پر بحثیں ہو رہی تھیں اور ساتھ ہی ساتھ کھانا پینا بھی چل رہا تھا۔ اتنے میں دروازے کی گھنٹی بجی اور خالد بھائی اور نزاکت بہن کے سب سے بڑے بیٹے نجیب جو ہمارے پڑوس میں رہتے ہیں باوجود اپنی تمام تر مصروفیات کے پہنچ گئے۔ اس سے رونق دوبالا ہوگئی۔ رات گئے تک نشست رہی۔ یہ تھی ہماری یادگار عید ملن دعوت اور ہماری آخری ملاقات۔

اس کے بعد میں اپنی تدریسی اور تحقیقی سرگرمیوں میں غرق ہوگئی۔ خالد بھائی اور نزاکت بہن کے ساتھ ملاقات بھی نہ ہوئی حتیٰ کہ ٹیلیفون پر بھی بات نہ ہوئی۔ 2 نومبر کی شام خالد بھائی نے ٹیلیفون کیا اور تھکی سی آواز میں صرف یہ کہا کہ ہم کل پاکستان واپس جا رہے ہیں۔ مجھے یہ بھی یاد نہیں کہ میں نے انہیں ''بسلامت روی وبخیر باز آئی'' کہا تھا یا نہیں۔

16 دسمبر 2009ء کی شام کو منیب نے ٹیلیفون پر اطلاع دی کہ ان کے والد اور ہمارے خالد بھائی 15 دسمبر، بروز منگل دوپہر سے کچھ پہلے 11 بج کر 40 منٹ پر باتیں کرتے،

دارفانی سے کوچ کر گئے اور خالق حقیقی سے جا ملے ہیں۔اس ناگہانی رحلت پر باور کرنا مشکل تھا۔ذہن میں گزشتہ سالوں کی یادیں عود آئیں آنکھوں کے سامنے ان کے ساتھ گزرے ہوئے وقت کی جیتی جاگتی تصویریں ابھر آئیں۔سوال اٹھا کہ ان کی شخصیت میں کیا تھا جس سے چند ہی ملاقاتوں میں اور چند ہی سالوں میں اتنا گہرا تعلق پیدا ہو گیا۔نزاکت بہن کی زبانی یہ کہ کسی نے ان سے پوچھا کہ ان کا میرے ساتھ کیا رشتہ ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ "ساجدہ میری بہن ہیں اور خالد صاحب کی دوست۔" کیسا اچھوتا جواب تھا اور درست بھی۔۔۔۔۔

ہماری پہلی ملاقات غالباً 2002ء میں ہوئی۔میری بڑی بہن (آپا عابدہ) جو ریحانہ کے نام سے بھی پہچانی جاتی ہیں اور نزاکت بہن کے ساتھ خدمت خلق کرتی ہیں،انہوں نے لکھا کہ میں نزاکت بہن سے ملوں جو مانٹریال میں گرمیوں کے لیے آئی ہیں۔ٹیلیفون نمبر بھی لکھ دیا۔یہ یاد نہیں کہ ہمارا رابطہ نزاکت بہن کے فون سے ہوا یا میرے سے۔بہر حال خالد بھائی ان دنوں یعنی 2003ء اور اس کے بعد کے چند سالوں میں جب بھی گرمیاں گزارنے آتے تو میرے ادارے Institute of Islamic Studies (جو میکگل یونیورسٹی کا اہم حصہ ہے) کی لائبریری میں پابندی سے آتے تھے اور پھر میرے دفتر میں بھی جو چوتھی منزل پر ہے آجاتے اور ہماری مفصل باتیں ہوتیں۔اس سے پہلے کہ میں تفصیل میں جاؤں ایک واقعہ قابل ذکر ہے کیونکہ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کتابوں کی مصاحبت میں کس قدر کھو جاتے تھے۔گرمیوں کے دن تھے جب لائبریری کھلنے کے اوقاف بھی مختصر ہو جاتے ہیں۔سہ پہر کا وقت تھا اور میں گھر پر تھی۔خالد بھائی کا فون آیا اور آواز میں گھبراہٹ تھی۔میں نے پوچھا کہ آپ کہاں ہیں؟ جواب دیا کہ "انسٹیٹیوٹ کی لائبریری میں ہوں جو بند ہو چکی ہے اور دروازے مقفل ہیں،میں کیسے باہر نکلوں؟" میں نے انہیں فوری طور پر اس شعبے کا نمبر دیا جو ناگہانی معاملات کو سلجھاتے ہیں اور ساتھ ہی بتایا کہ آپ گھبرائیے نہیں،یہ بڑا مسئلہ نہیں۔المختصر وہ جلد ہی بخیر باہر آ گئے اور نزاکت بہن سے جا ملے جو کسی ریستوران میں ان کی منتظر تھیں۔خالد بھائی نہ جانے لائبریری کے کس کونے میں

بیٹھے کونسی کتاب کے پڑھنے میں ایسے منہمک تھے کہ انہیں لائبریری بند ہونے کے اعلان کی خبر بھی
نہ ہوئی۔ یہ میں نے ان سے بعد میں کبھی نہ پوچھا۔ آمدم برسر مطلب، خالد بھائی کے ساتھ چند ہی
نشستوں میں مجھے ان کی گوناگوں صلاحیتوں اور وسعت نظر کا اندازہ ہو گیا۔ ان کی بذلہ سنجی
شعروشاعری وادب کا شغف، اسلامی تاریخ میں دلچسپی، صحافتی زندگی کے انوکھے تجربات اور
پاکستان، یہ تو تھے سطحی تاثرات۔ 8 جولائی 2003ء میں انہوں نے مجھے دو تصنیفات کا تحفہ دیا ایک
سفرنامہ ابن فضلان 309ھ/921ء اور دوسری طوائف۔ تیسری صدی کے عظیم ادیب الجاحظ
کا رسالہ (القیان) سب قارئین ان سے بخوبی واقف ہوں گے۔ یہ دونوں کتابیں مکتبہ جدید
پریس نے 2002ء میں چھاپیں۔ ان دونوں کتابوں میں مرحوم خالد بھائی ایک محتاط محقق اور
ایک بین مورخ کا روپ دھار لیتے ہیں۔ اس تحقیق میں انہوں نے موجودہ تاریخی تحقیق کے
آداب اور تقاضوں کو بطریق احسن ملحوظ خاطر رکھا ہے۔ تفصیلات دینے کا یہ موقع و محل نہیں۔ والد
صاحب کے اس شوق کو ان کے فرزند گرامی ڈاکٹر ادیب خالد نے اپنی تحریروں سے پروان چڑھایا
ہے۔ عنوان درج ذیل ہیں۔

(1) Islam after Communism: Religion and Politics in Centra Asia. University of California press, 2007.

(2) The politics of Muslim Cultural Reform: Jadidism in Central Asia, University of California press. 1998."South Asia edition, Karachi. Oxford University Press.

ادیب خالد امریکہ میں ایک اہم تعلیمی ادارے Carlation College میں ممتاز اور نامور تاریخ کے
پروفیسر ہیں۔ ادیب کے ساتھ میری یکم جنوری 2010ء میں ٹیلی فون پر بات ہوئی تو انہوں نے بتایا کہ ان کی وسطی
ایشیا اور روس میں دلچسپی کی چنگاری خالد بھائی کی کتاب ''سوویت یونین میں مسلمان'' سے بھڑکی۔

خالد بھائی مرحوم کی محبت پاکستان سے ایک اور موضوع ہے جس کی گہرائی کا اندازہ
مجھے ان کے کرب، بے تابی اور اضطراب سے مسلسل ہوتا رہا۔ پاکستان کے حالات کی سنگینی انہیں
بے چین رکھتی۔ 2005ء میں انہوں نے مجھے سپوتنک کا ماہنامہ دیا جس میں تقسیم برصغیر کے

پوشیدہ گوشے کے عنوان سے ان کی آپ بیتی چھپی۔اس سے مجھے ان کی صحافت میں استادی کا
طرز بیان کا اندازہ ہوا۔اس میں وہ جس انداز سے پاکستان جانے کی خوشی اور بمبئی سے جدا ہو
کے غم کو بیان کرتے ہیں اس نے مجھ پر گہرا اثر کیا۔

آخر میں یہ عرض کرنا چاہوں گی کہ اس سال یعنی 2009ء میں ایک نشست میں میری
ریٹائرمنٹ پر بات ہوئی۔میں نے خالد بھائی کو بتایا کہ میں نے مئی 2010ء میں ریٹائر ہونے کا
فیصلہ کیا ہے اور ٹورانٹو منتقل ہونے کا۔بہت خوش ہوئے اور تائید کی کہ میں اپنے حالیہ تحقیقی
منصوبے پر(''جو پنجاب میں چشتیہ طریقے کا احیاء:اٹھارھویں صدی میں'' کے موضوع پر
ہے)زیادہ مستعدی اور یکسوئی سے کام کر سکوں گی۔مزید برآں ٹورانٹو میں علمی وادبی سرگرمیاں
بھی زیادہ ہوتی ہیں اور وہ بھی آئندہ ٹورانٹو کے راستے ہی مانٹریال جایا کریں گے۔بہت صدمہ
ہے کہ وہ اللہ کو جلدی پیارے ہو گئے اور ہماری زندگیوں میں ایک خلاء چھوڑ گئے۔اللہ انہیں جوارِ
رحمت میں جگہ دے،ان کی روح آسودہ رکھے اور باقی ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

خالد بھائی اپنے بیٹوں،پوتوں،اور پوتیوں کی جو کھیتی بو گئے ہیں وہ پھلتی پھولتی رہے۔
میری دعا ہے کہ رب پروردگار نزاکت بہن کو زندگی اور صحت سے نوازے رکھے اور اس لہلہاتی کھیتی
کو سینچتی اور پنپتی رہیں۔یہ نسل اور آئندہ نسلیں اپنی علمی،ادبی اور روحانی قوتوں کے ساتھ خالد بھائی
مرحوم کے نام کو روشن رکھیں۔

☆......☆......☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سوانح حیات

حضرت میاں شیر محمد صاحب

شرقپوری قدس اللہ سرہ

مؤلفہ

ابوالفضل پیر غلام دستگیر صاحب نامی لاہوری

اپنی رحمتوں سے معمور رکھے۔ آمین!

....

اطلاعِ عام

سب خاص و عام کو مطلع کیا جاتا ہے کہ محمد معروف شرقپوری جو کہ فتح گ
نزد مغلپورہ، لاہور کے رہائشی ہیں اور پچھلے آٹھ سال سے حضرت قبلہ میاں جمیل احمد شرقپو
نقشبندی مجددی، سجادہ نشین آستانہ عالیہ شیر ربانی شرقپور شریف کے ساتھ بحیثیت مع
خاص کام کر رہے تھے، حال ہی میں اُن سے علیحدہ ہو گئے ہیں۔

محمد معروف صاحب شیر ربانی ڈائجسٹ سہ ماہی انگریزی جریدہ میں بحیثیت
چیف ایڈیٹر پچھلے پانچ سال سے کام کر رہے تھے مزید برآں "روزنامہ شیر ربانی" بھی پچھلے
تقریباً آٹھ ماہ سے ان کی زیر نگرانی لاہور سے شائع ہو رہا تھا۔

چونکہ حضرت قبلہ میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی کو محمد معروف پر مکمل
اعتماد تھا اس لیے مندرجہ بالا دونوں جرائد کی رجسٹریشن بھی محمد معروف کے نام پر تھی۔ اب
چونکہ اس نے بغیر وجوہات بتلائے اچانک علیحدگی اختیار کر لی ہے۔ لہٰذا قبلہ حضرت میاں
جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی نے دونوں جرائد کسی اور نام (Titles) سے نکالنے کا
فیصلہ کیا ہے۔ نئے Title سے جلد ہی سب کو مطلع کر دیا جائے گا۔

سب حضرات سے درخواست ہے کہ آئندہ محمد معروف سے آستانہ عالیہ شیر ربانی"
شرقپور شریف کے حوالے سے تعاون نہ کریں۔

منجانب

صاحبزادہ میاں خلیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی

آستانہ عالیہ شیر ربانی" شرقپور شریف ضلع شیخوپورہ

0300-8414344, 0321-8414344
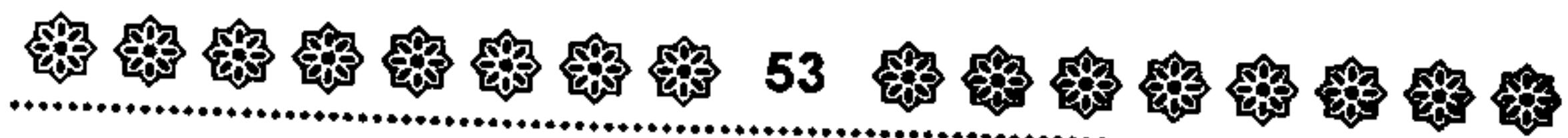
پیر غلام دستگیر نامی

لاہور کے ایک مقتدر خاندان کے چشم و چراغ حضرت پیر غلام دستگیر نامیؔ بیک وقت مورخ مصنف تاریخ گو ماہر قانون وارثت اور ماہر علم الانساب ہی نہ تھے بلکہ وہ اپنے مورث اعلیٰ حضرت عبدالجلیل چوہڑ شاہ بندگی (داماد سلطان بہلول لودھی) کی خانقاہ واقع میکلوڈ روڈ لاہور سے شائع ہونے والے پندرہ روزہ رسالہ ''الجلیل'' کے سرپرست بھی تھے اور خانقاہ کے متولی بھی۔ انھوں نے بلا مبالغہ ہزاروں مرحومین کے قطعات تاریخ کہے اور کم و بیش دو سو کتابیں تصنیف و تالیف اور ترجمہ کیں جن میں ان کے بعض خاندانی مخطوطات کی اشاعتیں بھی شامل ہیں خاص طور پر اپنے خاندانی بزرگ حضرت عبدالجلیل چوہڑ شاہ بندگی کے حالات پر ایک ضخیم کتاب ''تاریخ جلیلہ'' کے نام سے مرتب فرمائی جس کے دو ایڈیشن ان کی زندگی میں شائع ہوئے (اب تیسرا ایڈیشن ان کے صاحبزادہ پیر محمد ابوبکر ہاشمی نے ۲۰۰۸ء میں الخلد مرید کے ضلع شیخوپورہ سے شائع کر دیا ہے) اور اس طرح تاریخ لاہور کا ایک گمشدہ باب محفوظ کر دیا افسوس کہ مورخین لاہور کی نظروں سے یہ تاریخ اوجھل رہی ہے۔ انھوں نے 1915ء میں مسلمانوں میں مروج جاہلانہ رسوم کے انسداد کے لیے بعض احباب کے تعاون سے دائرۃ الاصلاح کے نام سے محلہ چلہ بی بیاں اندرون موچی گیٹ لاہور میں ایک ادارہ قائم کیا جس کی طرف سے تقریباً نوے اصلاحی کتابیں اور رسالے چھاپ کر بلا معاوضہ تقسیم کیے۔ پیر غلام دستگیر نامیؔ اندرون موچی دروازہ لاہور میں بیبیاں پاک دامن کے والد حضرت سید احمد توختہ ترمذی کے مزار پر سکونت پذیر رہے اور یہیں ۷۸ سال کی عمر میں مورخہ ۱۶ دسمبر ۱۹۶۱ء کو راہی ملک بقا ہوئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی قبر کو اپنی رحمتوں سے معمور رکھے۔ آمین!

بر مزار سید احمد توختہ

گشت نامی مورد فضل اللہ

نامی صاحب مرحوم نے بزرگان دین کے حالات پر جو رسائل تصنیف فرمائے ان میں حضرت میاں شیر محمد شرقپوری کے حالات پر بھی ایک رسالہ مرتب کیا جو مدنی کتب خانہ گنپت روڈ لاہور سے ۱۹۶۱ میں شائع ہوا۔ رسالہ کی نایابی کے پیش نظر حضرت میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری نقشبندی مجددی مدظلہ سجادہ نشین آستانہ عالیہ میاں شیر محمد صاحب شرقپوری کی خواہش تھی کہ اس ازیادرفتہ رسالہ کو حیات نو بخشی جائے۔ چنانچہ موصوف کی خواہش کی پاسداری کرتے ہوئے رسالہ مذکور علمی مجالس کی روداد کے ہم رشتہ بطور ضمیمہ حضرت میاں شیر محمد رحمتہ اللہ علیہ کی یاد میں شائع کیا جا رہا ہے۔

محمد عالم مختار حق

حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوریؒ

مولد: حضرت میاں صاحب موصوف جس قصبہ میں پیدا ہوئے وہ شرقپور کے نام سے موسوم ہے۔ میاں محمد عاشق صاحب شرقپوری نے ایک کتاب تاریخ شرقپور شریف ۱۹۵۷ء میں شائع کی جو ۹۵ صفحات پر مشتمل ہے اس میں اس قصبہ کی وجہ تسمیہ یہ لکھی ہے کہ یہ قصبہ ۸۰۸ھ میں تعمیر ہوا تھا۔ اس لیے اس کا تاریخی نام شرقپور رکھا گیا جس سے بحساب ابجد تاریخ تعمیر نکلتی ہے اور یہ نام اس عہد کے شاہان شرقی کی رعایت اسی سے رکھا گیا۔ پھر یہ دریائے راوی کے بالکل قریب ہونے کی وجہ سے اس کی طغیانی کی نذر ہو گیا۔ جب دریا نے رخ بدلا اور زمین نکل آئی تو پھر عہد شاہجہان ۱۰۷۳ھ میں دریا کنارے اس کی بنیاد رکھی گئی۔ ہمیں اس قصبہ کی تاریخ آبادی سے بحث نہیں کیونکہ یہ ہمارے موضوع کتاب سے اتنا تعلق نہیں رکھتا کہ اس پر بحث کی جائے۔

الغرض حضرت میاں شیر محمد علیہ الرحمہ اس قصبہ میں پیدا ہوئے اور ان کی بزرگی اور دینی خدمات سے یہ شرقپور شریف مشہور ہو گیا۔

تاریخ ولادت:

حضرت موصوف کی تاریخ ولادت کہیں نہیں لکھی ہاں سال ولادت ۱۲۸۲ھ لکھا ہے یعنی جنگ آزادی (غدر ۱۸۵۷ء) سے سات برس بعد۔

شجرۂ نسب:

آپ کے والد ماجد کا نام میاں عزیز الدین صاحب بن حافظ محمد حسین صاحب قصوری تھا۔ انہوں نے شرقپور میں درس تدریس کا سلسلہ جاری کر رکھا تھا اور وہ مولانا غلام رسول صاحب کے داماد تھے۔ تاریخ شرقپور میں شجرۂ نسب حسب ذیل درج ہے۔

ابتدائی حالات:

جس کسی کو اللہ تعالٰے نے نبوت وولایت بخشا ہوتا ہے اسے شروع ہی سے سعید الفطرت پیدا کرتا ہے۔ النبی نبی ولو کان صبی۔ اس طرح اولیاء اللہ کی عادات وخصال ابتداہی سے نیک ہوتی ہیں۔ میاں شیر محمد صاحب کی نسبت ان کے ملنے والوں نے لکھا ہے کہ آپ لڑکپن میں، جس کے متعلق ذوق مرحوم کا مصرع ہے:

ہائے طفلی کھیلنا، کھانا، اچھلنا، کودنا

کھیل کود میں دلچسپی نہیں لیتے تھے۔ اور اکثر تنہائی میں خدا تعالیٰ کے اسم ذات اللہ کا ذکر کیا کرتے تھے۔ انہیں یہ نام دنیا کی ہر شے سے پیارا تھا۔ والد بزرگوار نے آپ کو داخل مکتب کیا۔ اور آپ نے جماعت پنجم تک تعلیم پائی اور پھر اپنے چچا میاں حمید الدین صاحب سے قرآن مجید اور فارسی کی چند کتابیں پڑھیں۔ جب محبت الٰہی دل میں جوش زن ہوتی تو اس قبرستان کی طرف چلے جاتے جہاں حضرت ہاشم شاہ سندھی قادری محو خواب ہیں۔ والدہ ماجدہ پوچھتیں کہ بیٹا کہاں گئے تھے۔ تو جواباً عرض کرتے کہ بزرگوں کے پاس گیا تھا۔ خدا جانے یہ بیان کہاں تک صحیح ہے کہ آپ شوق کی وارفتگی میں دہکتے ہوئے انگارے منہ میں ڈال لیتے اور گھر والے انھیں سودائی، مجنون اور دیوانہ سمجھتے۔ جب جوش فرو ہوتا تو تحصیل علم میں معروف ہو جاتے۔ طبیعت لکھنے پر مائل ہوتی تو بڑے ادب ومحبت سے رب اکبر کا اسم اعظم اللہ اور رسول اللہ ﷺ کا مبارک نام محمد لکھتے۔

عہد شباب:

جوانی میں انسان بے لگام ہو جاتا ہے اور نفس سرکش اسے شتر بے مہار بنا دیتا ہے اور وہ نیک و بد میں تمیز نہیں کرتا مگر حضرت شیر محمدؒ نے جوانی میں بھی اپنے نفس کو قابو میں رکھا ہوا تھا۔ ہمیشہ نظر نیچی رکھتے ہوئے یغضون ابصارھم کے حکم الٰہی کے پابند تھے۔ عورتیں اکثر انہیں ''شرمیلی لڑکی'' کہا کرتی تھیں۔

شاہ سواری:

بیان کیا گیا ہے کہ آپ اعلےٰ درجہ کے سوار بھی تھے اور سرکش سے سرکش گھوڑے ان کے نیچے خوش حسان بن جاتے۔ بدلگام گھوڑوں کی کیا حقیقت ہے، بزرگان دین کے آگے تو خونخوار جانور بھی گردن ڈال دیتے ہیں۔ جیسا کہ شیخ سعدیؒ نے بیان کیا ہے:

یکے دیدم از عرصہ رود بار که پیش آمدم بر پلنگے سوار
چناں ہول زاں حال برمن نشست که ترسید نم پائے رفتن بہ بست
تبسم کناں دست برلب گرفت که سعدی مدار آنچہ دیدی شگفت
توہم گردن از حکم داور میچ که گردن نہ پیچد ز حکم تو ہیچ

یعنی شیخ سعدی نے جنگل میں ایک شخص کو دیکھا کہ شیر پر سوار چلا آتا ہے مجھ پر دیکھ کر ایسی ہیبت چھائی کہ قدم اٹھانے کی سکت نہ رہی۔ اس شیر سوار نے میری یہ حالت خوف دیکھ کر مسکراتے ہوئے اپنا ہاتھ لب پر رکھ لیا اور کہا اے سعدی تو اس پر تعجب نہ کر کہ میں شیر پر سوار ہوں۔ بات یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے گردن ڈال دے گا۔ تو کوئی بھی تیرے حکم سے منہ نہ موڑے گا۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو انسان کا مسخر فرمایا ہے اسی لیے تو ادائے شکر میں یہ کہنا سکھایا ہے سبحان الذی سخرلنا ھذا وما کناله مقرنین

لہٰذا میاں شیر محمد صاحب کے لیے سرکش گھوڑوں کو رام کرنا مشکل نہ ہوا۔

میاں صاحب کے مرشد:

حضرت میاں صاحب موصوف کے مرشد کا نام بابا امیر الدین تھا۔ جو قوم کے ککے زئی دھرم کوٹ ضلع گورداسپور (کوٹلہ شریف) کے رہنے والے تھے۔ عالم شباب میں آپ نے پولیس کی ملازمت اختیار کر لی تھی۔ تھانیدار رہے۔ سعادت نے رہبری کی تو ایسی نوکری کو جس میں انگریز کے ساختہ قانون کو پروان چڑھانے کے لیے جھوٹی کہانی جوڑنی پڑتی ہے تین برس کے تجربہ کے بعد ترک کر دیا اور یاد الٰہی میں مصروف ہو گئے اور شیخوپورہ جا کر اپنے پیر طریقت کی جاگیر کا انتظام کیا۔ حضرت میاں صاحب کی ولادت کے وقت آپ ۷۵ برس کے سن کو پہنچ چکے تھے اور بڑھاپے کی وجہ سے بابا صاحب مشہور تھے۔ میاں صاحب کی ولادت کے وقت اور بعد بھی مولانا غلام رسول صاحب کے پاس (جو میاں صاحب کے بزرگ تھے) ان کا آنا جانا تھا۔ ان کا روحانی تعلق حجرہ شاہ مقیم کے بزرگوں سے تھا۔ حضرت میاں صاحب وہاں گئے مگر بیعت نہ ہوئی۔ آخر بابا امیر الدین صاحب کی روحانی کشش غالب آئی اور حضرت میاں صاحب نے بیعت کر لی۔

بیعت سے بعد کی حالت:

سیّد نجم نعمانی بیان کرتے ہیں کہ بابا صاحب نے آپ کو خصوصی توجہ سے سرفراز فرمایا تو جذب و سکر کی تمام کیفیتیں سیل رواں کی طرح امڈ آئیں۔ آپ بیقراری میں تڑپتے اور گریبان پھاڑتے ہوئے جنگلوں کی طرف نکل جاتے۔ راہ گیروں سے اللہ تعالیٰ کا پتا پوچھتے۔ اللہ پاک کا نام لے لے کر آوازیں دیتے اس طرح بعض اوقات عجیب کیفیت طاری ہو جاتی۔ کانٹے دار جھاڑیوں پر گر جاتے اور لہولہان ہو جاتے۔ جب ذرا جذبہ شوق فرو ہوتا تو آپ اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں حاضر ہو کر کہتے۔ ''مجھے نہ جانے کیا ہو گیا ہے'' پھر آپ اور حضرت بابا صاحب جذب و سکر کی حالت میں کھو جاتے۔

پیر صاحب کی خاطر:

ایک دفعہ حضرت میاں صاحب کو پیر صاحب کی چائے تیار کرنے کے لیے ایندھن نہ

ملا تو آپ نے ان کی خاطر اپنی پگڑی کو دیا سلائی کی نذر کیا اور آگ جلا کر چائے تیار کی اور پیر صاحب کی خدمت میں حاضر کی۔ اس قدر آپ کو مرشد کی خاطر منظور تھی۔

گھنگرو باندھنا خلاف سنت:

نعمانی صاحب سبزواری اس اطلاع کے ذمہ دار ہیں کہ حضرت میاں صاحب نے پیر صاحب کی اونٹنی کے گلے میں گھنگرو دیکھ کر اعتراض کرتے ہوئے اس فعل کو خلاف سنت بتایا اور پیر صاحب نے اسے تسلیم کرتے ہوئے گھنگرو اُتار دیے۔

پیر صاحب کا ارشاد:

حضرت پیر بابا امیر الدین حضرت میاں صاحب کی نسبت کہتے تھے کہ میرے اور شیر محمد کے درمیان کسی قسم کا فرق سمجھنا ایمانداری پر دال نہیں۔ ان کی فقیری آج کل کی سی نہیں بلکہ سلف صالحین کے طریق کے عین مطابق ہے اور یہ بھی فرمایا میاں شیر محمد ہر طرح سے پختہ کار ہو گئے ہیں۔

تبلیغ دین اسلام:

حضرت میاں صاحب کا مشن لوگوں کو دین متین کا پابند بنانا اور نصاریٰ کے فیشن سے جو مسلمین نوجوانوں نے صورت و لباس اور تمدن میں اختیار کر لیا' چھڑانا تھا۔ آپ نے اس کی تبلیغ عمل سے بھی فرمائی اور بذریعہ اشاعت کتب بھی۔ عمل سے یوں کہ مبلغ خود پابند شریعت ہوتا کہ معتقد اس کی مثال کی پیروی کریں اور دوسرا عملی طریق یہ ہے کہ اپنے ہاتھ کو کام میں لائے۔ اس باب میں حضرت میاں صاحب کے معتقدین کے چشم دید واقعات یہ ہیں:۔

۱) ڈپٹی کمشنر ضلع شیخوپورہ کا بھائی حاضر خدمت ہوتا ہے۔ آپ اس سے دریافت فرماتے ہیں کہ نماز پڑھا کرتے ہو؟ جی ہاں کبھی کبھی۔ آپ اس کے دونوں کان پکڑ کر زور زور سے کھینچتے اور کہتے جاتے ہیں۔ اچھا تو ڈپٹی کمشنر کا بھائی ہے نماز کبھی کبھی پڑھتا ہے۔ تین چار بار اسی طرح
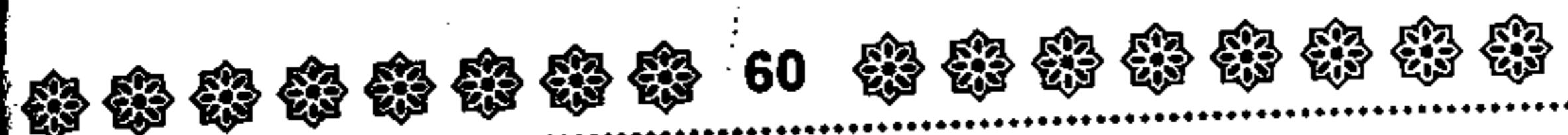
گوشمالی کرتے اور فرماتے ہوئے کہا۔ جا پاس ہی بازار میں مسجد ہے۔ وہاں نماز پڑھ آ۔ چنانچہ اس نے حسب الحکم نماز ادا کی اور خدمت میں حاضر ہو کر پختہ کار مسلمان ہو گیا۔

۲) ریلوے کے ایک سپرنٹنڈنٹ صاحب حضرت میاں صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔ ان کا لباس انگریزی فیشن کا ہے۔ آپ پوچھتے ہیں کیا تنخواہ لیتے ہو؟ ہزار بارہ سو مل جاتے ہیں۔ آپ زناٹے کی ایک چپت رسید کرتے ہیں جس کے زور سے صاحب بہادر کا ہیٹ سر سے اتر کر دور جا گرتا ہے۔ پھر فرماتے ہیں جواب دو کیا یہ روپیہ عذاب قبر سے بچالے گا۔ پل صراط کے پار صحیح وسالم اتار دے گا۔ جب نامہ اعمال تولے جائیں گے تو کیا یہ روپیہ اس حساب کتاب میں کام دے گا؟ آئینہ لے کر شکل تو دیکھو۔ کیا مسلمانوں سی ہے۔ انگریز کے چیلے بن گئے ہو شرم تو نہیں آتی۔ پھر نصیحتاً فرمایا: جس خدا نے تمہیں پیدا کیا ہے اس کو بھی پہچاننے کی کوشش کرو اور اپنی وضع قطع مسلمانوں سی بناؤ۔ ناقی کہتا ہے کہ ایسی شکل وصورت والے مسلمانوں کا نقشہ علامہ اقبال مرحوم نے اس شعر میں کھینچا ہے:

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
تم مسلماں ہو جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

(میرے خیال میں انگریزی فیشن کے دلدادہ جو لوگوں کا حق نہیں مارتے اس لمبی داڑھی والے حاجی سے بہتر ہیں جو فریب وحیلہ سے کمزوروں کے حقوق غصب کرتا ہے اور تقدس کا لباس اوڑھے ہوئے ہے۔)

۳) ایک جوان شخص میاں صاحب موصوف کی خدمت میں حاضر ہوا پوچھا نام۔ عرض کیا حسین۔ آپ نے اس کی شکل نامسلمانہ سی دیکھ کر فرمایا دیکھو یہ حسین کی صورت! یہ کہہ کر دو تین طمانچے مارے کہو لا الہ الا اللہ انگریز رسول اللہ۔ بولو لا الہ الا اللہ لندن کعبۃ اللہ وہ دم بخود تھا پھر فرمایا اپنے بزرگوں کو یاد کرو اور شرم وحیا سے کام لو اور سوچو کہ وہ کیا تھے اور تم کیا ہو۔ یہ کہتے ہوئے تین چار تھپڑ اور رسید کیے پھر دریافت کیا۔ کتنی زمین ہے کیا کام کرتے ہو؟ عرض

کیا کہ ذیلدار ہوں اور سات سو بیگھہ زمین ہے۔ یہاں کیا لینے آئے ہو؟ کپتان صاحب سے ملنے آیا تھا۔ آپ کے دیدار کے لیے حاضر ہو گیا۔ پھر آپ نے بڑی محبت سے اس کا ہاتھ پکڑا، اوپر لے گئے اور ساتھ بٹھا کر کھانا کھلایا۔ نظر الطاف فرمائی تو اس کی کایا پلٹ گئی اور وہ باعمل مسلمان بن گیا:

نگاہ مردمومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

۴) حضرت شاہ ابوالخیر کے متوسلوں میں سے ایک شخص جو کچھ عرصہ پولیس میں ملازم رہ چکے تھے توبہ کر کے فقیری کی طرف مائل ہوئے اور حضرت میاں صاحب کی خدمت میں آنے لگے۔ ایک دفعہ جو آئے تو قمیص انگریزی فیشن کی جسم پر تھی۔ آپ نے فرمایا یہ فرنگی لباس خلاف سنت ہے۔ اس نے کچھ جواب نہ دیا۔ آپ کو اسکی بے توجہی پر غصہ آیا اور معاً اٹھ کر قمیص کے کالر اور آستین کے کف پھاڑنے شروع کر دیے۔ اس نے عرض کیا۔ حضرت آپ تکلیف نہ فرمائیں، میں خود ہی پھاڑ دیتا ہوں۔ فرمایا یہ تکلیف مجھے خود ہی گوارا کرنا زیبا ہے۔

۵) ایک شخص بہاء الدین کو اپنی مجلس میں دیکھا اور اس کی منڈی ہوئی داڑھی پر ہاتھ جا رکھا اور فرمایا: بہاء الدین یہ کیا؟ نام بہاء الدین، (دین کی روشنی)، اور چہرہ یہ! مسلمان کے مسلمان اور بے ایمان کے بے ایمان! پھر تو اتنا جذب آیا کہ آپ بے اختیار ہو کر اسکی دونوں موچھیں پکڑ کر زور زور سے کھینچنے لگے اور فرمانے لگے تمہارا کلمہ تو یہ ہے لا الہ الا اللہ انگریز رسول اللہ اور آہستہ سے طمانچے بھی چند لگائے۔

۶) ایک بار مولوی حکیم محمد عظیم صاحب مرحوم ضلع گوجرانوالہ نے بھری مجلس میں سرمستانہ، یہ کلمہ کہہ دیا تھا کہ اگر آپ کچھ عنایت نہیں فرماتے تو کوئی اور تلاش کروں۔ لیکن مجسمۂ غیرت حضرت قبلہ علیہ الرحمۃ نے وہ بے دردانہ طمانچہ منہ پر دے مارا کہ دنیا کانپ اٹھی اور فرمایا کہ نامردوں کی عورتیں غیروں کے پاس جایا کرتی ہیں۔ مرد تو غیر کی طرف نظر بھی اٹھانے نہیں دیتے۔ حکیم صاحب یہ تماشا بھی دیکھو۔ نازک مزاج شاہاں تاب سخن نہ دارد (مصباح السالکین ص ۱۶۰)

بذریعہ اشاعت کتب میاں شیر محمد صاحب نے یہ کام کیا کہ مندرجہ ذیل کتب دینیات

وتصوف طبع کرا کر مفت تقسیم فرمائیں:۔

ا۔مراۃ العاشقین: فارسی کتاب مصنف سید امام علی شاہ صاحب کا ترجمہ اردو میں کرا کر چھپوایا۔اور مفت تقسیم فرمایا۔

۲۔ذخیرۃ الملوک: ترجمہ مولوی غلام رسول صاحب مدرس مدرسہ حمیدیہ، طبع کرائی، یہ سوا تین سو صفحات پر مشتمل تھی۔

۳۔ حکایات الصالحین ترجمہ مجالس المحسنین جو آٹھ سو بیاسی صفحات کی ضخیم بتائی جاتی ہے۔ آپ کی کوشش سے مطبوع ہوئی۔

ان کتب کے علاوہ آپ نے فقہ حدیث وتفسیر کی کتب خرید کر طلبہ میں تقسیم فرمائیں اور انھیں مستفیض کیا۔

تربیت ذہنی کے لیے منتخبہ کتب:

صاحب زادہ محمد عمر صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت میاں صاحب عقید تمندوں کی تربیت ذہنی کے لیے بالعموم کتابوں کے مطالعہ کا حکم فرماتے تھے۔

انگریزی دان اصحاب کے عقاید کی اصلاح کے لیے مولانا غلام قادر صاحب بھیروی حنفی مرحوم امام مسجد بیگم شاہی کا سلسلہ کتب۔قرآن مجید کے آخری پاروں کا ترجمہ۔کسی خاص تفسیر کا نام لے کر بھی ارشاد فرماتے۔

سیرت النبی پر مختلف کتب پڑھنے کی تلقین کرتے۔صاحب ذوق اشخاص کے لیے مثنوی مولانا روم پڑھنے کی ہدایت فرماتے۔صاحب سلوک اور استدلالی طبع لوگوں کو حضرت داتا صاحب کی کتاب کشف المحجوب اور مکتوبات حضرات نقشبندیہ کے مطالعہ کا حکم دیتے۔

صاحبزادہ محمد عمر کو حکایات الصالحین اور مراۃ المحققین ۔مدارج النبوت اور مواہب للدنیہ کے مطالعہ کا حکم فرمایا۔اکثر دفعہ حضرت میاں صاحب ایک مسئلہ بیان فرماتے تو اس کی تفسیر قرآن شریف یا حدیث وکتب فقہ کا صفحہ نکال کر۔

تعمیر مساجد:

قبلہ میاں شیر محمد صاحب مسلمانوں کو پابند صلوۃ بناتے اور تاکید کرتے تھے کہ یہ فریضہ مسجد میں ادا کرو۔ ان کی نسبت لکھا ہے کہ آپ نے اس غرض کے لیے جابجا مساجد تعمیر فرمائیں مگر تفصیل بیان نہیں کی کہ کہاں کہاں ۔ آپ کا ہر کام خلوص پر مبنی تھا اس لیے اور بیسیوں نیکی کے کاموں کے علاوہ تعمیر مساجد ایک بڑا موجب اجر وثواب کام ہے جس کا عوض حسب ارشاد نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم بارگاہ الٰہی میں جنت ہے۔

دُنیا میں بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو مسجد کے لیے زمین دوسروں سے وقف کراتے اور مسجد کا ڈھانچا سا کھڑا کرتے اور جائیداد والی کو متولی نہیں بلکہ اپنے بیٹے کو بناتے ہیں اور یہ کام بانیان اور اس کے وارثوں کا حق مارنے کے لیے کرتے ہیں ۔ اس طرح کی مسجد مسجد ضرار کا حکم رکھتی ہے۔ مگر حضرت میاں صاحب مغفور با اخلاص رہنما تھے ۔ ان کا ہر کام خلوص نیت سے تھا۔

جزاہ اللہ احسن الجزاء۔

شجرۂ طریقت:

حضرت میاں صاحب نقشبندی مسلک پر تھے جن کا شجرہ خواجہ نقشبند کے ذریعے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے مگر مجھے ان تینوں کتابوں میں جو میرے پاس ہیں۔ کوئی شجرہ نظر نہیں پڑا۔ بلکہ نعمانی صاحب سبزواری نے لکھا ہے ۔ بذیل فرمودات کہ فرمایا۔ ''ہم فقیر تو بنتے ہیں لیکن مسلمان بننا نہیں آتا۔ اہل اللہ اپنی فقیری کے جواز میں کوئی نہ کوئی شجرہ طریقت دکھاتے ہیں۔ حالانکہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا ایک شجرہ باقی تمام شجرہ جات سے بلند و بالا ہے اس شجرہ کی کسوٹی پر پورا اترنا شرط اولین ہے ۔ اور اس کے بغیر کچھ نہیں'' نیز فرمایا کہ حروف اللہ بے حد بابرکت ہیں ۔ ان کی بے حساب برکتیں اور نعمتیں ہیں ۔ مگر صرف نام کی رٹ لگانا پسندیدہ نہیں۔ عمل پیرا ہونا مفید تر ہے۔ فرمایا: سو برس کی عبادت نیک اعمال کے بغیر بے کار ہے جس طرح روح کے بغیر جسم مردہ اسی طرح عمل کے بغیر عبادت بے سود ہے۔

آپ کے مریدوں کے شغف محبت کا نمونہ:

حضرت میاں صاحب سے مریدوں کو والہانہ محبت تھی۔ اور وہ آپ پر جان و مال فدا کرنے کو تیار رہتے تھے جس کی مثال مصباح السالکین میں موجود ہے۔ حضرت میاں شیر محمد صاحب اپنے دلدادوں کو حدیث نبوی زرغبا تزدد حباً

(کبھی کبھی ملاقات کیا کرو تا کہ باہمی شوق ملاقات بڑھے) کا سبق دیتے تھے۔ جب دیکھا کہ اپنے ایک عقیدتمند میاں احمد دین ساکن بکھر کا اشتیاق دید بہت ہی بڑھ گیا ہے اور وہ منع کرنے کے باوجود گھر سے پا پیادہ شرقپور پہنچا۔ تو خادموں نے کہا حضرت میاں صاحب کے سامنے نہ ہونا۔ ناراض ہوں گے۔ بیچارہ حسب حکم بلا حصول زیارت شرقپور کی دیواروں سے بغل گیر ہوتا ہوا واپس چلا گیا۔ دُوسری بار حاضر ہوا تو اسے دیکھ کر فرمایا کہ اسے نکال دو۔ وہ عاشق صادق آپ کے چہرہ مبارک کی طرف دیکھتا جاتا اور عرض کرتا کہ سگ درگاہ کو حضرت کہاں تک دھتکاریں گے ابھی پھر واپس آجائے گا۔ یہ کلمہ سن کر آپ کا دل بھر آیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر دسترخوان پر بٹھالیا:

رشتہ در گردنم افگندہ دوست
می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

ایک دفعہ حضرت میاں صاحب نے عام طور پر خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ مرید صادق وہ ہے جو جان و مال پیر پر نثار کردے۔ میاں احمد دین مرحوم یہ بات سن کر گھر گیا اور اثاث البیت مختلف گٹھڑیوں میں باندھ کر لے آیا۔ اور سب گٹھڑیاں خادم درگاہ کے حوالے کردیں۔

جب حضرت میاں صاحب کو اس کی خبر ہوئی تو مرید مذکور سے پوچھا کہ یہ کیا؟ تو اس نے عرض کیا حضور جان تو پہلے ہی حاضر تھی مرید صادق بننے کے لیے یہ کمی تھی سو حاضر ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اوہو تم نے سمجھا نہیں۔ کوئی اپنے بیٹے سے مال لیتا ہے، پھر فرمایا۔ زیور واپس گھر لے جاؤ۔ اپنی بیوی کو دینا جو ہماری بہو ہے۔ برتن اور پارچات والدہ کے حوالے کرنا کہ وہ ہماری ہمشیرہ

ہے۔ایسی چیزوں کی یہاں کچھ ضرورت نہیں۔سبحان اللہ! مرشد ہو تو ایسا مستغنی المزاج اور مرید ہو تو ایسا با اخلاص۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

ارشاد ذکر وظائف:

صاحبزادہ محمد عمر سجادہ نشین بیر بل شریف لکھتے ہیں کہ حضرت قبلہ میاں شیر محمد صاحب نابالغ بچوں کو بالکلیہ ذکر کی تلقین نہ فرماتے اور بوڑھے سن رسیدوں کو بھی مختصر ذکر فرماتے۔البتہ جوانوں اور ادھیڑ لوگوں پر آپ کی توجہ زیادہ ہوتی تھی۔اور حتی المقدور ان سے خوب کام لیتے۔ نووارد کے لیے کبھی تو بسم اللہ شریف فرماتے کہ ہر کام سے پہلے پڑھ لیا کرو۔کبھی فرماتے سوتے ہوئے گیارہ بار کم وبیش۔کسی کو صفاتی نام کا سبق فرماتے اور یہ بھی دیکھا کہ اسی کے نام سے صفاتی نام باری عزاسمہ کے ذکر کے لیے فرماتے۔مثلاً عبدالعزیز آیا تو یا عزیز' عبدالحق نام آیا تو یا حق۔ کئی ایک کو صفاتی نام۔یا کریم یا رحیم الگ الگ یا جمع پڑھنے کا ارشاد فرماتے اور بعض کو سوتے ہوئے کلمہ شریف کے تکرار کا حکم فرماتے اور بعض کو ہر نماز کے بعد گیارہ بار قل شریف (سورۃ اخلاص)،غرض اس میں ذکر لینے والے کی طبیعت پر دارومدار ہوتا۔ازاں بعد آپ تبدیل حسب ضرورت فرماتے تا ایں کہ اسم ذات پر پہنچاتے۔

اچھی طبیعت اگر مل جاتی تو پہلی بار ہی اسم ذات کی تلقین فرماتے اور خفیہ ذکر پر تاکید فرماتے کہ لوگوں نے ذکر کو فقر کے لیے لازم سمجھ رکھا ہے حالانکہ یہ قرآنی حکم ہے جو ہر ایک مسلمان کے لیے ضروری ہے فاذ کروااللہ کثیراً لعلکم تفلحون

(اللہ تعالیٰ کا بہت ذکر کرو تا کہ بہتری پاؤ)

آپ ہر حالت میں ذاکر رہنے کے لیے یہ آیت شریفہ پڑھ کر تاکید فرماتے:

فاذ کروا اللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبکم

(اللہ کا ذکر کرو کھڑے بیٹھے اور اپنے پہلو پر لیٹے)

اور آپ کی زبان پر ہمیشہ ہوتا ادعوا ربکم تضرعا و خفیہ

(اپنے رب کو عاجزانہ اور پوشیدہ پکارا کرو)

اخفا کی آپ اتنی تاکید فرماتے کہ تسبیح تک ہاتھ میں نہ ہو کیونکہ یہ بھی نمود ہے۔ اور ذکر خفیہ نہیں رہتا۔ اکثر یہ مصرع بھی فرماتے:

چناں پوشیدہ کن ذکرش کہ ازدل نیز اخفا کن

تسبیح کا استعمال صرف درود شریف کے لیے جائز تھا اور وہ بھی پوشیدہ کپڑوں کے اندر۔ ایک دفعہ ارشاد فرمایا کہ بزرگ تو تصور پیر فرماتے ہیں لیکن میں تو اسم ذات اللہ کا تصور ہی کافی جانتا ہوں اور اس نقش کے ساتھ آپ کو بہت محبت تھی۔ چنانچہ نہایت عمدہ کاغذ پر نہایت شاندار اپنے ہاتھ سے خاکہ تیار فرما کر طبع فرمایا اور احباب میں تقسیم کیا۔ آپ اپنی انگلیوں کو سامنے کر کے اسم ذات کا عمدہ تصور جماتے کہ انگوٹھے شہادت کی انگلی سے حلقہ بنا کر گویا لام سے ہ کا پیوند لگاتے۔ سبحان اللہ (مصباح السالکین۔ ص ۴۱ تا ۴۳)

نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں:

حکیم محمد موسیٰ امرتسری بیان کرتے ہیں کہ ماسٹر محمد اسد اللہ صاحب مرحوم مدرس اسلامیہ سکول امرتسر کے ہاں اولاد پیدا نہیں ہوتی تھی اس لیے بڑے پریشان رہنے لگے۔ ایک دن اپنا حال غم حضرت علامہ محمد عالم صاحب آسی امرتسری مرید و خلیفہ حضرت شاہ ابوالخیر صاحب دہلوی کے سامنے بیان کیا۔ آپ نے فرمایا کہ آپ حضرت میاں شیر محمد صاحب کی خدمت میں حاضر ہوں وہاں کام بنے گا۔ ماسٹر صاحب کو چونکہ علم تھا کہ مولانا آسی کے میاں صاحب سے تعلقات ہیں اس لیے مولانا کو ساتھ چلنے پر رضامند کر لیا۔ چنانچہ دونوں میاں صاحب کے پاس گئے اور اپنا مقصد بیان کیا۔ آپ نے سن کر مولانا آسی کو مخاطب فرما کر کہا:۔

مولانا: آپ ماسٹر صاحب کو کہہ دیں کہ یہ اللہ کے کام کیا کریں۔ تو وہ کام بنا دے گا۔

ماسٹر صاحب پابند صلوٰۃ نہ تھے اور داڑھی بھی منڈواتے تھے۔ آسی صاحب حضرت میاں صاحب کے اشارے کو سمجھ گئے اور ماسٹر صاحب کو کہا کہ میاں صاحب فرماتے ہیں: "شریعت کے احکام بجالاؤ نماز پابندی سے پڑھو اور داڑھی رکھو"۔ ماسٹر صاحب نے منظور کر لیا اور اجازت لے کر واپس آئے۔ پھر ان کے ہاں اللہ کے فضل سے کئی لڑکے لڑکیاں پیدا ہوئے۔

نوٹ: صاحب زادہ محمد عمر صاحب بھی مولانا آسی مرحوم کے ایما ہی سے میاں صاحب مغفور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت کی۔ جیسا کہ صاحبزادہ موصوف نے اپنی کتاب "انقلاب حقیقت" میں تسلیم کیا ہے۔

مثال استغناء:

حضرت میاں صاحب کے استغناء کا ایک چشم دید واقعہ محمد عاشق صاحب "تاریخ شرقپور شریف" میں بیان کرتے ہیں کہ ایک دن صبح نو دس بجے کے قریب راقم الحروف خادم حضرت میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے حلقہ میں حاضر تھا۔ لاہور، قصور، گوجرانوالہ، لائل پور، شیخوپورہ کے معزز اور دیگر احباب بیس تیس کے قریب جمع تھے۔ اس اثنا میں ڈاکخانہ کا پوسٹ مین دو ہزار روپیہ کی ہنڈی جو امریکہ سے حضرت میاں صاحب کے نام کسی شخص نے گمنام یعنی اپنا نام نہیں لکھا ہوا تھا بذریعہ نیشنل بینک (لاہور) ارسال کی لے کر حاضر ہوا۔ حضرت میاں صاحب نے پوچھا۔ کہ بھیجنے والا کون ہے۔ کہا کہ بھیجنے والے نے اپنا نام نہیں لکھا۔ فرمایا واپس کر دو، میں وصول نہیں کرتا۔ خدا جانے یہ کیسی کمائی کا روپیہ ہے۔ معزز حاضرین نے اصرار کیا کہ حضرت اگر آپ یہ روپیہ وصول نہیں کریں گے تو یہ واپس نہیں جائے گا کیونکہ مکتوب (فریسندہ) نے اپنا پتا نہیں لکھا۔ لہٰذا یہ روپیہ بینک والے رکھ لیں گے۔ یا خزانہ سرکار میں جمع ہو جائے گا مگر آپ نے رنجیدہ ہو کر لینے سے انکار کر دیا۔ اس وقت چند معزز شخصوں کی صلاح و مشورہ سے وہ ہنڈی میاں غلام اللہ صاحب برادر خوردا خورد حضرت میاں صاحب کو وصول کرا دی"۔

حلیہ، لباس اور خوراک:

حضرت میاں شیر محمد صاحب میانہ قد اور اکہرے جسم کے بزرگ تھے۔ چہرہ کتابی، رنگ گندمی، پیشانی کشادہ، ناک اونچی، ابرو پیوستہ، داڑھی گنجان اور کر بڑی (نصف سے زیادہ بال سیاہ) لباس سادہ جس میں رعایت سنت نبوی تھی۔ عمر بھر صرف ایک مرتبہ شلوار پہنی۔ جوتا ہمیشہ دیسی رکھا۔ سفید لباس مرغوب تھا۔ جاڑوں میں بند گلے کی واسکٹ اور ایسے ہی گلے کا کوٹ پہنتے تھے۔ کھانا ہمیشہ سادہ برتنوں اور مٹی کے برتنوں میں کھاتے تھے۔ حلیم اور بردبار بہت تھے انگریزی وضع قطع سے سخت نفرت تھی اور اس پر انگریزی فیشن رکھنے والوں کی خوب خبر لیتے تھے۔ سیر و سفر کا بہت شوق تھا۔ حضرت داتا گنج بخش کے مزار پر اکثر حاضر ہوتے تھے۔(۱)

چند ارشادات

''تاریخ شرقپور شریف'' میں آپ کے چند ارشاد نقل کردہ یہ ہیں:

۱) دُنیا دریا ہے آخرت کنارہ اور تقویٰ کشتی۔

۲) فرشتوں میں عقل ہے خواہش وغضب نہیں۔ حیوانوں میں خواہش وغضب ہے عقل نہیں۔ لیکن انسان دونوں کا مجموعہ ہے اگر یہ عقل کو خواہش وغضب کے تابع رکھے تو حیوانوں سے بدتر ہے اگر خواہش وغضب کو عقل کے تابع رکھے تو فرشتوں سے بہتر ہے۔

۳) حضرت علی کی حکمت آموز باتوں پر دھیان رکھو۔

۴) شبہ کا ایک درہم واپس کر دینا چھ لاکھ درہم خیرات کر دینے سے بہتر ہے۔

حضرت میاں صاحب کے خاص مرید:

جب حضرت میاں صاحب نے سلسلہ نقشبندیہ میں بعد تکمیل اپنے مرشد ارشد (میاں امیر الدین) سے سند حاصل کر لی تو آپ نے فرمایا شیر محمد! اب جو عقیدتمند جوہر قابل نظر

(۱) صاحب کشف وکرامات بزرگوں کے مشاہدہ کے خلاف مولوی احمد علی کا یہ دعوے کہ داتا صاحب یہاں مدفون نہیں ہیں۔ قابل قبول نہیں ہوسکتا۔

آئے اسکی بیعت لے لیا کرو۔ کیونکہ شیخ سعدی نے فرمایا ہے

چوں بود اصل گوہر قابل تربیت رادرو اثر باشد

ہیچ صیقل نکوند اندکرد آہنے راکہ بد گہر باشد

سگ بدریائے ہفت گانہ بشو چونکہ ترشد پلیدتر باشد

خر عیسے اگر بہ مکہ رود چوں بیاید ہنوز خرباشد

یعنی تربیت کا اثر اسی شخص کو ہوتا ہے جس میں قبول کرنے کا جوہر ہو۔ اگر لوہا زنگ آلود ہوکر خراب ہو چکا ہو تو وہ کسی صیقل سے درست نہیں ہو سکتا۔ کتے کو اگر سات بار بھی دریا میں نہلا کر صاف کریں وہ جتنا بھی بھیگے گا اتنا ہی زیادہ پلید ہوگا۔ حضرت عیسے کا گدھا مکے سے ہوکر آئے تو بھی گدھا ہی رہے گا۔

نامی کے تجربہ میں ایک بدفطرت شخص ہے جو کئی بار حج کر چکا ہے مگر اس کی خوئے بخل وغصب ونفاق نہیں بدلی بلکہ زیادہ سخت ہوگئی ہے ایسے ہی شخص کے متعلق شیخ موصوف فرما گئے ہیں:

ازمن بگوئی حاجی مردم گزائے را کو پوستین خلق بہ آزاری درد

حاجی تو نیستی شتراست ازبرائے آنکہ بیچارہ خاری خوردوبار می برد

یعنی میری طرف سے لوگوں کو گزند پہنچانے والے اس حاجی کو کہو جو بڑے تشدد سے خلق خدا کی کھال کھینچتا ہے کہ تو حاجی نہیں ہے بلکہ حاجی تو وہ اونٹ ہے جو بے چارہ کانٹے کھاتا اور بوجھ اٹھا کر منزل مقصود پر پہنچاتا ہے۔

میاں شیر محمد صاحب نے بیعت لینے میں عذر ومعذرت کی مگر آخر پیر صاحب نے منوالیا اور سب سے پہلے جس نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی وہ چونیاں کے رہنے والے یار محمد تھے اس کے بعد متعدد اشخاص نے بیعت کی۔ مگر پایہ تکمیل کو پہنچے ہوئے یہ آٹھ بزرگ ہیں:۔

۱) حضرت ثانی میاں غلام اللہ صاحب سجادہ نشین (حضرت میاں صاحب کے بھائی)
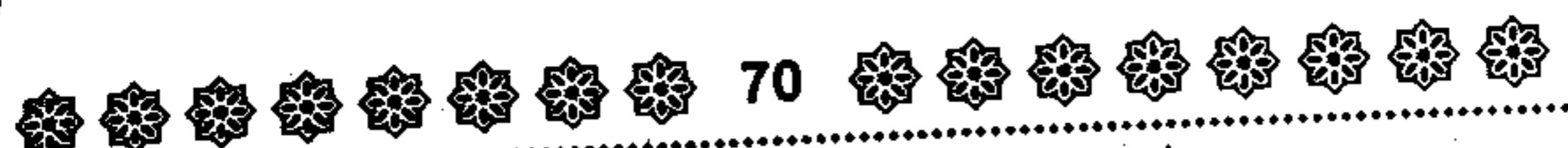
۲) حضرت سید محمد اسمٰعیل صاحب کرماں والے (چند سال ہوئے جب میرا فرزند محمد ابوبکر پی۔ ایس۔ سی قلطن انسپکٹر میاں چنوں سے بدل کر اکاڑہ متعین ہوا تھا تو میں سید صاحب موصوف کی ملاقات کو حاضر ہوا تھا۔ آپ مجھ سے بڑی شفقت سے ملے تھے نماز جمعہ کرماں والے ہی میں پڑھی تھی جو اکاڑہ سے لاہور کی طرف دوسرا اسٹیشن ہے۔

۳) حضرت نورالحسن صاحب کیلیاں والے (ضلع گوجرانوالہ) جو پہلے شیعہ تھے اور تائب ہو کر مرید ہوئے۔

۴) حضرت صاحبزادہ محمد عمر سجادہ نشین بیربل شریف (شاہ پور سے تین میل) جن کی کتاب مصباح السالکین اس وقت میرے زیر مطالعہ ہے۔

۵) صاحبزادہ مظہر القیوم سجادہ نشین مکان شریف (رتر چھتر ضلع گورداسپور)

میں ایک دفعہ دسمبر ۱۹۳۸ء میں بحیثیت دبیر انجمن تحفظ اوقاف اسلامیہ لاہور سے رتہ پیراں کو امرتسر کے راستے جاتے ہوئے مکان شریف شب باش ہو کر ان سے ملا تھا اور سید امام علی شاہ متوفی ۱۳۸۲ عیسوی کے بلند گنبد روضہ کی زیارت کی تھی۔ نیز ان کے جدامجد سید محمد شاہ (درست: شاہ حسین) کے تہ خانہ میں مزار کی جو شیخ سلیم چشتی کے مزار واقع فتح پور سیکری کی طرح خوبصورت بنا ہے۔ رتر چھتر میں ۳۰ دسمبر کو صبح کی نماز صاحبزادہ صاحب موصوف کی اقتدا میں ادا کرنے میں بڑا حظ اٹھایا تھا۔ آپ یہ سن کر خوش ہوئے تھے کہ ان کے ایک بزرگ سید ہاشم شاہ مدفون کوٹ خواجہ سعید متصل لاہور ہمارے جدامجد حضرت پیر قلندر شاہ ولی متوفی ۲۷ رمضان ۱۲۴۸ھ مقبور رتہ پیراں کے مرید تھے افسوس ہے کہ ۱۹۴۷ء کے انقلاب نے مسلمانوں کو مکان شریف کی مشہور گدی کے فیض سے محروم کر دیا اور اولاد حاجی دانیال (ہم عہد سید خضر خاں) ہجرت پر مجبور ہوئی۔ میرے شجروں کے رجسٹر کے صفحہ ۶۶۔۶۷ میں حاجی موصوف کی اولاد کا شجرہ دیا ہے اور کتاب اذکار قلندری کے صفحہ ۲۱۴۔۲۱۵ میں سید ہاشم علی شاہ کا حال درج ہے۔

۶) حضرت میاں رحمت علی صاحب گھنگ والے
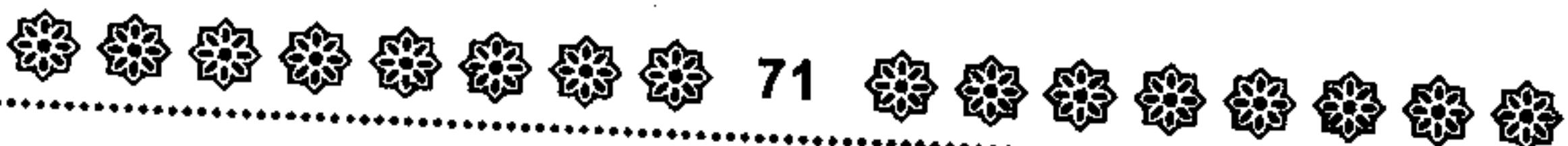
(۷) حاجی حافظ سید محمد ابراہیم صاحب سہیل والے

(۸) حاجی عبدالرحمٰن صاحب جو ہمیشہ آپ کے پاس حجرۂ مسجد میں رہے۔(مدفون قصور)

غیر مسلموں سے سلوک:

صاحبزادہ محمد عمر صاحب بیان کرتے ہیں کہ غیر مذاہب افراد سے حضرت میاں صاحب ایسے طریق سے پیش آتے کہ دیکھنے والے حیران ہو جاتے اور حضور میاں صاحب کو یہ وصفِ خلق براہ راست مالک خلق عظیم رحمتہ للعالمین (فداہ امی وابی) ﷺ سے ملا تھا۔آپ کو سالکوں سے خصوصاً بڑی محبت تھی اوران کو بھی آپ سے خاص انس تھا۔آپ اکثر ان کے توحیدی اسلوب کا ذکر فرماتے۔آپ ہر آنے والے کو کچھ نہ کچھ نقد (آٹھ آنہ یا روپیہ) عنایت کرتے اور اس کے انکار کرنے پر خدام درگاہ کہتے کہ تمہاری روٹی کے لیے ہے بطور تبرک لے لو۔یہ حضور کا خاصہ ہے۔

میاں محمد عاشق صاحب لکھتے ہیں کہ آپ انگریزی فیشن کے مسلمانوں کو کہا کرتے تھے کہ تم لوگوں سے سکھ اچھے ہیں جو اپنے گوروکی وضع قطع بنا لیتے ہیں میں (نامی) نے ایک دفعہ فیشن پر ایک نظم لکھی تھی جو اخبار اہلحدیث امرتسر میں شائع ہوئی تھی اس وقت ایک شعر یاد ہے۔

تم وہ پانی ہو کہ ہر رنگ بدل دے رنگت
اثر غیر سے جھٹ اپنا بگاڑا فیشن

علامہ اقبال مرحوم نے بھی کیا خوب کہا ہے:

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
تم مسلماں ہو جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

تاریخ وفات اور بابرکت عرس کی کیفیت:

جب آپ کو سخت مرض لاحق ہوا تو طبیبوں کے مشورہ سے کشمیر کا سفر اختیار فرمایا لیکن چار روز بعد وہاں سے واپس لاہور کو روانہ ہوئے۔یہاں کچھ دن سر محمد شفیع باغبانپوری کی کوٹھی پر قیام فرمایا اور بہترین طبیب جمع ہو گئے۔چند دن کے بعد آپ شرقپور تشریف لے آئے۔یہ عجیب

بات ہے کہ آپ نے رحلت سے دو ہفتہ پیشتر اردو زبان میں بات چیت شروع کر دی تھی حالانکہ عمر بھر پنجابی بولتے رہے۔ آخر ۳۔ ربیع الاول ۱۳۴۷ھ مطابق ۲۰ اگست ۱۹۲۸ء کو ۶۵ برس کے سن میں یہ آفتاب ہدایت غروب ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون (تاریخ شرقپور صفحہ ۹۲)

سجادہ نشین صاحب بیربل نے رحلت کا وقت رات ۱۱ بج کر ۱۵ منٹ لکھا ہے۔ اب عرس کی کیفیت تاریخ شرقپور شریف کے صفحہ ۵۷ تا ۵۹ سے درج کی جاتی ہے:۔

عرس حضرت میاں صاحب ۳ ربیع الاول کو بڑی دھوم دھام سے ہوتا ہے۔ صوبہ پنجاب کے عموماً اور صوبہ سرحد صوبہ سندھ کے خصوصاً بڑے بڑے عالم فاضل حافظ قاری فقراللہ اور پاک باطن لوگ جوق در جوق چلے آتے ہیں۔ حضرت صاحب کے مزار پر انوار پر ہزارہا قرآن مجید عرس کے موقع پر ختم ہوتے ہیں۔ سارا سارا دن قرآن خوانی ہوتی رہتی ہے۔ واعظ صاحبان اپنے اپنے کلام اور علیحدہ علیحدہ موضوع پر یکے بعد دیگرے تقریریں کر کے حضرت صاحب کے عاشقوں اور طالبوں کو محظوظ اور مستفیض کرتے ہیں۔ عرس پر تقریباً ۶۰ ہزار کے قریب زائرین جمع ہو جاتے ہیں جن کے ذکر اذکار سے تمام فضا گونج اٹھتی ہے۔ ڈھول ڈھمکے گانا بجانا قوالی وغیرہ مطلق نہیں ہوتی۔ دکانیں لگانے کی حضرت ثانی صاحب کی طرف سے قطعاً اجازت نہیں اور عورتوں بچوں کو بھی عرس پر آنے کا حکم بند ہے۔ کتابوں، ٹوپیوں اور تسبیحوں کی دکانوں تک عرس کے اندر بیچنے کی سخت ممانعت ہے۔ حضرت صاحب کے خلفا کے ہمراہ سینکڑوں مرید آتے ہیں۔ دال گوشت کا بھنڈارہ باقاعدہ ہر امیر و غریب کو یکساں بلا روک ٹوک اور بہ آرام ملتا ہے۔ ہزاروں من آٹا اور گوشت دال خرچ ہوتا ہے لوگوں کا اس قدر جم غفیر ہوتا ہے کہ بیٹھنے کو جگہ نہیں ملتی۔ لاؤڈ سپیکروں کے ذریعے دور دور تک سامعین تقریریں سنتے ہیں۔ خلیفہ میاں عبداللہ گھڑی ساز فیروز پوری کے ذریعے بارش اور گرمیوں کی دھوپ سے بچاؤ کی خاطر جستی چادروں اور لوہے کے گاڈروں کا بڑا وسیع برانڈہ بنوایا ہوا ہے جس کے نیچے قریباً چالیس ۵۰ ہزار آدمی بڑے آرام سے بیٹھ سکتے ہیں۔ ایک آسمانی کنواں ہے جس کے ذریعے سبیل اور غسلخانوں میں پانی بھرا جاتا ہے۔ اسی اٹھاسی ٹوٹیاں ہیں جن پر نمازی وضو کرتے ہیں۔ نہانے کے لیے آٹھ دس غسل

خانے ہیں۔ ساتھ ہی بڑی عالی شان پختہ مسجد ہے جس میں قریباً ایک ہزار کے قریب نمازی سما سکتے ہیں۔ مسجد کے ساتھ سبیل وضو کرنے کے لیے بنی ہوئی ہے۔ پانی کے لیے کنواں چھوٹا سا ہے ایک کنوئیں میں پمپ لگا ہوا ہے جس کا پانی سبیل اور دو غسل خانوں اور طہارت خانے میں جاتا ہے۔ شرقپور سے لے کر مزار پر انوار تک جو قریباً فرلانگ ڈیڑھ فرلانگ کے قریب واقع ہے لوگوں کی آمد و رفت کے لیے راتوں کو گیس کی قطاریں لگ جاتی ہیں۔ گو سڑک کچی ہے لیکن سڑک پر پانی کا چھڑکاؤ ہوتا رہتا ہے کیا مجال کہ گرد اڑنے پائے۔ امید ہے کہ جلد ہی یہ تھوڑا سا سڑک کا ٹکڑا پختہ ہو جائے گا۔

عرس سے دو تین دن پہلے یعنی ۲۸ صفر سے ۳۔۴ ربیع الاول تک لاہور سے دور دراز کے لوگ اور ادھر لائل پور سے سینکڑوں اور ہزاروں کوس سے حضرت میاں صاحب کے نام لیوا اور عاشق جوق در جوق آتے رہتے ہیں۔ لاہور اور لائل پور کے اڈوں پر اس قدر سواریوں کا ہجوم ہوتا ہے کہ ٹکٹ ملنے دشوار ہو جاتے ہیں۔ پندرہ بیس آدمیوں کا گروپ بنا کر موٹروں میں بٹھاتے ہیں پھر بھی کئی لوگ رہ جاتے ہیں اور بمشکل ختم کے موقع پر پہنچ ہی جاتے ہیں۔ اڈوں پر موٹریں بے شمار جمع ہو جاتی ہیں۔

ختم شریف پر نعت خوانی اور قرآن خوانی ہوتی ہے۔ بہت سے قاری صاحبان اپنی خوش الحانی اور خوش ادائیگی کے اپنے اپنے جوہر دکھاتے ہیں جس سے حاضرین از حد محظوظ ہوتے ہیں اور سبحان اللہ اور واہ وا کے نعرے بلند ہو کر فضا گونج اٹھتی ہے۔ ختم شریف پر سینکڑوں من پھل مثلاً سنگترہ۔ کیلا۔ انگور۔ امرود۔ بصرہ کی کھجور۔ مٹھائی ہر قسم کی جمع ہو جاتی ہے جو سب کی سب حضرت ثانی صاحب جملہ حاضرین میں بطور تبرک تقسیم کر دیتے ہیں۔ مزار پر آموں کا باغ ہے۔ مزار پر انوار اعلیٰ ڈیزائن کا بنا ہوا ہے۔ اردگرد برانڈے چھتے ہوئے ہیں۔ تمام برانڈے اور مزار شریف مونگیا رنگ کے چپس سے تیار کیے گئے ہیں۔ اندر حضور کی قبر مبارک کا تعویذ اور اردگرد کی جالی اور کتبہ تمام سنگ مرمر کا ہے اور محرابوں میں لکڑی کا کام نہایت عمدگی سے کیا ہوا ہے اور روغن سبز کیا بہار دکھاتا ہے۔ اندر چراغی کے لیے جھاڑ اور بلوری فانوسوں میں موم بتیاں استعمال ہوتی
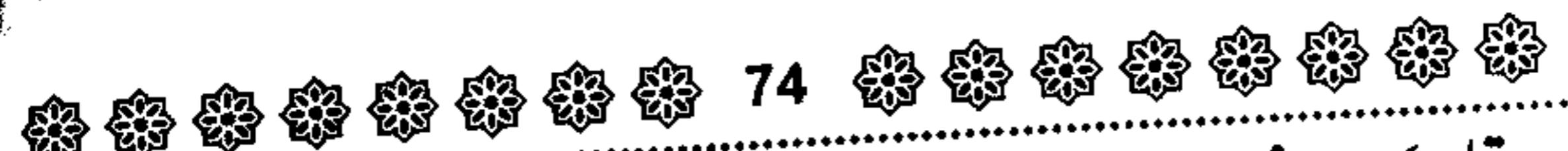
ہیں تیل کے چراغ مزار کے اندر نہ باہر بالکل استعمال نہیں ہوتے۔ عرس کے موقع پر باہر برانڈوں میں چاروں طرف بڑے گیس جلتے ہیں۔ نیز عورتوں کو مزار پر انوار کے اندر جانے کی قطعاً ممانعت ہے۔ برانڈوں کے باہر ہی فاتحہ پڑھ کر رخصت ہو جاتی ہیں۔ خلاف شریعت کوئی کام نہیں ہوتا۔

نوٹ: شرقپور شریف کی مذکورہ صورت حال تقریباً پچاس سال پیشتر کی ہے جب مصنف نے کتاب ہذا تصنیف کی۔

تاریخ ولادت حضرت میاں صاحب مغفور (قدس اللہ سرہ)

چو در خانہ نیک قسمت عزیزے

بفضل احد پور امجد بیامد

ز روئے جمل گفت تاریخ ناتی

"خدا یاد شیر محمد بیامد

+ ۴ = ۱۲۸۲ھ

تاریخ وفات:

حکیم محمد موسےٰ خلف الرشید جناب حکیم فقیر محمد صاحب چشتی نظامی امرتسری مرحوم و مغفور مدفون بجوار حضرت میاں میر صاحب نے آپ کی تاریخ رحلت یہ کہی ہے

(۱) سال وفاتش موسیٰ گفت

"بحر سعادت شیر محمد"

۱۳۴۷ھ

(۲) "قدسی صفات شیر محمد"

۱۳۴۳ھ

اظہاریہ

شرقپور شریف کی معروف خانقاہ نقشبندیہ (حضرت شیر ربانی میاں شیر محمد شرقپوری نقشبندی مجددیؒ) تقریباً ایک صدی سے پاکستان میں روحانی مرکز کی حیثیت سے خدمات سرانجام دے رہی ہے۔ اس روحانی مرکز کی طرف سے کتابیں بھی شائع ہوتی رہتی ہیں اور نورِ اسلام کے نام سے اس خانقاہ کا نقیب رسالہ بھی برابر جاری ہے۔ اس کے علاوہ حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی کی زیر سرپرستی ایک انگریزی رسالہ "Quarterly Sher-e-Rabbani Digest" بھی خصوصاً سلسلہ نقشبندیہ کے بزرگوں کے حالات کے حوالے سے شائع ہوتا رہا ہے۔ سال 2003ء میں حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی نے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے افکار و تعلیمات کی تحقیق کے لیے خالصتاً ایک علمی ادارے حوزۂ نقشبندیہ کی بنیاد رکھی جس کے اغراض و مقاصد مندرجہ ذیل ہیں:

1- سلسلہ نقشبندیہ کی ترویج واشاعت کے لیے کوشش کرنا۔
2- اس سلسلے میں علمی و تحقیقی کام کرنے کی ترغیب دینا۔
3- سلسلہ نقشبندیہ پر تحقیقی کام کرنے والوں کی ہر طرح معاونت کرنا۔
4- اس سلسلے کی تاریخ، افکار و تعلیمات سے متعلق ایک جامع فہرست مرتب کر کے شائع کرنا جو اُردو انگریزی زبانوں میں ہونی چاہیے۔

"A Bibliography of the Naqshbandia Order".

5- اس مقصد کے لیے ایک کتب خانے کا قیام جس میں اس سلسلہ سے متعلق تمام ماخذ و مراجع جمع کیے جائیں۔
6- بعض اکابر نقشبندی مشائخ کے یوم منانے کے لیے محافل کا قیام۔
7- نقشبندی سلسلے کے اہم ماخذ جدید تقاضوں کے مطابق ایڈٹ کر کے شائع کرنا۔

8- یورپی زبانوں میں اس سلسلہ کے قدیم واصیل ماخذ کے تراجم تحقیق وحواشی کے ساتھ شائع کرنا۔

مندرجہ بالا اغراض و مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے حقیقی بنیادوں پر حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی کی طرف سے پاکستان میں اور پاکستان سے باہر اہل علم لوگوں کو حوزۂ نقشبندیہ کے اغراض و مقاصد سے آگاہ کرنے کا اہتمام کیا جاتا ہے اور اِن مجالس کا اہتمام حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی کی طرف سے کبھی تو شرقپور شریف میں کیا جاتا ہے اور کبھی لاہور میں کیا جاتا ہے۔

جن حضرات نے حوزۂ نقشبندیہ کے پروگرام کی پیش رفت میں اہم کردار ادا کیا اور حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی کی زیر سرپرستی مجالس علیہ میں شرکت کی ان میں پیرزادہ اقبال احمد فاروقی، پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی، محمد عالم مختارِ حق (سیکرٹری حوزۂ نقشبندیہ)، چودھری محمد حنیف، محمد معروف احمد، سیّد جمیل احمد رضوی، ڈاکٹر ساجدہ علوی (کینیڈا)، ڈاکٹر ظہور احمد اظہر، جسٹس (ر) ڈاکٹر منیر احمد مغل، ڈاکٹر سعید نیازی، محبوب عالم تھابل، پروفیسر محمد اقبال مجددی، قاضی ظہور احمد اختر، قدر آفاقی صاحب، پروفیسر منور حسین، پروفیسر خالد بشیر، پروفیسر علیم تفضل اور سعید احمد صدیقی شامل ہیں۔

حوزۂ نقشبندیہ کی مجالس میں سب سے اہم کام محمد عالم مختار حق صاحب نے انجام دیا ہے جنھوں نے تقریباً حوزۂ نقشبندیہ کی تمام مجالس میں شرکت کی اور پھر ہر مجلس کی روداد احسن طریقے سے قلمبند کی۔ اس سارے عمل میں ان کے صاحبزادہ محبوب عالم تھابل نے ان کی نگرانی میں اس پیچیدہ کام کو پایہ تکمیل تک پہنچایا۔

حوزۂ نقشبندیہ کے اغراض و مقاصد کے حصول کے لیے حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی دِن رات مصروف عمل ہیں۔ آپ نے 1960ء میں یوم مجدد منانے کی تحریک کا آغاز کیا۔ آپ کی اس سعی کو قبول عام حاصل ہوا اور پھر آپ نے نہایت منظم طریقے سے ملک بھر میں یوم مجدد منانے کا ایک طریق کار وضع کیا اور اس کے مطابق ملک کے مختلف شہروں

میں آپ نے یوم مجدد کی تقریبات منعقد کیں۔ اس تحریک کا شہرہ ملکی حدود کو عبور کرتا ہوا بیرونِ ملک بھی جا پہنچا چنانچہ اس تحریک کو بیرونِ ملک متعارف کروانے کے لیے آپ نے برطانیہ کے کئی دورے کیے اور وہاں یوم حضرت میاں شیر محمد شرقپوری اور یوم مجدد الف ثانی منانے کا آغاز کیا اور اب ہر سال باقاعدہ برطانیہ کے مختلف شہروں لندن، برمنگھم، مانچسٹر، راچڈیل، ہیڈرز فیلڈ، ایڈنبرا وغیرہ میں ان بزرگوں کے ایام منائے جاتے ہیں۔ حوزۂ نقشبندیہ پر کام نہ صرف پاکستان میں بلکہ برطانیہ اور کینیڈا میں بھی جاری وساری ہے۔

حوزۂ نقشبندیہ کی کتابوں کی اشاعت کے مراحل میں محترم شفیق احمد شاکر (لاثانی بک پیلس اُردو بازار، لاہور) اور محترم خالد محمود نقشبندی مجددی، سعید احمد صدیقی (صدیقی پبلی کیشنز اُردو بازار لاہور) نے خصوصی معاونت فرمائی۔

اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

محمد شیراز فیض بھٹی

ایڈووکیٹ ہائی کورٹ

الیاس چیمبرز 9 ٹرنر روڈ، لاہور

مختلف رفاہی ادارے

دار المبلغین حضرت میاں صاحبؒ برائے طلباء

شیر ربانیؒ فری ڈسپنسری

فری سفری شفاخانہ

(جس میں ایکسرے، ای سی جی، ایمبولینس وغیرہ کا اہتمام ہے)

شب و روز خدمت خلق انجام دے رہے ہیں

جامعہ شیر ربانیؒ برائے طالبات

اہل ثروت حضرات و خواتین سے التماس ہے کہ وہ ان اداروں کی سرپرستی فرما کر ان کو مضبوط کریں

قربانی کے موقع پر کھالیں اور گندم میں عشر نکالتے وقت دار المبلغین حضرت میاں صاحب شرقپور شریف میں حصہ ڈالنا نہ بھولیے

نوٹ: شرقپور شریف سے دور رہنے والے علاقوں کے لوگ کھالیں اور عشر کا حصہ بیچ کر دار المبلغین میں نقد صورت میں جمع کروا کر ثواب دارین حاصل کر سکتے ہیں

آپ اپنے عطیات دار المبلغین حضرت میاں صاحبؒ کے اکاؤنٹ نمبر 4-626 برانچ نیشنل بنک شرقپور شریف ضلع شیخوپورہ پاکستان میں جمع کروا سکتے ہیں

الداعیان

صاحبزادہ میاں خلیل احمد
شرقپوری نقشبندی مجددی

صاحبزادہ میاں جلیل احمد
شرقپوری نقشبندی مجددی

صاحبزادہ میاں ولید احمد جواد
شرقپوری نقشبندی مجددی

آستانہ عالیہ شیر ربانی شرقپور شریف، ضلع شیخوپورہ (پاکستان)
056-2591054
0300-4243812

۷۸۶
۹۲
یااللہ
یارسول اللہ
حضور اعلیحضرت شیر ربانی میاں شیر محمد شرقپوری رحمتہ اللہ علیہ
کے برادر حقیقی و سجادہ نشین
حضرت قبلہ میاں غلام اللہ شرقپوری نقشبندی مجددی کا
سالانہ عظیم الشان
عرس مبارک
بمقام شرقپور شریف
ضلع شیخوپورہ
ہر سال
یکم، دو کاتک
17 18 اکتوبر
منایا جاتا ہے۔
حسب سابق نہایت ہی
عقیدت واحترام سے
منعقد ہو رہا ہے۔
عرس مبارک
کی تقریبات انشاء اللہ تعالیٰ
17 اکتوبر بوقت نمازِ ظہر سے شروع
ہو کر رات گئے تک جاری رہے گی
آخری اور بڑی محفل پاک
18 اکتوبر صبح 9 بجے تا قبل ظہر ہوگی
دُعا
بوقت نمازِ ظہر ہوگی۔
زیر سرپرستی
بانی تحریک یوم مجدد الف ثانی
مظہر شیر ربانی و شبیہ ثانی لاثانی
فخر المشائخ
حضرت قبلہ صاحبزادہ الحاج
میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی صاحب
مدظلہ العالی
سجادہ نشین
آستانہ عالیہ شیر ربانی
شرقپور شریف
عرس کے موقعہ پر دارالمبلغین حضرت میاں صاحبؒ کے فارغ التحصیل طلبہ کی دستار بندی بھی کی جائے گی
الدعون
حضرت صاحبزادہ میاں خلیل احمد شرقپوری، صاحبزادہ میاں سعید احمد شرقپوری
صاحبزادہ میاں جلیل احمد شرقپوری، صاحبزادہ میاں ولید احمد جواد شرقپوری
056-2591054
056-2590791
0300-4243812
شرقپور شریف لاہور سے جڑانوالہ روڈ 32 کلومیٹر پر ہے۔

یا اللہ
الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ وعلیٰ آلک واصحابک یا حبیب اللہ
حضرت
مجدد الف ثانی
شیخ احمد فاروقی سرہندیؒ
حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کی گرامی شخصیت محتاج تعارف نہیں
علامہ اقبالؒ نے بجا طور پر آپ کے حضور میں اپنے اس آفاقی شعر میں ہدیہ تحسین پیش کیا ہے
وہ ہند میں سرمایہ ملت کا نگہبان ۞ اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار
یہ ایک ناقابل تردید تاریخی حقیقت ہے کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے ہندوؤں کی اس سازش کو کہ ایک نیا فکری، دینی اور سیاسی نظام وضع کرکے (نعوذ باللہ) لوگوں کے دلوں سے اسلام اور ہادیٔ اسلام ﷺ کے احترام اور وابستگی کو ختم کر دیا جائے، اپنی جراتمندانہ اور مجاہدانہ بروقت مساعی جمیلہ سے ناکام بنا دیا اور غیر مبہم انداز میں ببانگ دہل یہ اعلان فرمایا کہ ملت اسلامیہ اور شریعت اسلامیہ بالکل جداگانہ حیثیت کی حامل ہیں۔ یہ نظریہ ایک بیج تھا۔ جس نے 1947ء میں پاکستان کے گل شاداب کی صورت اختیار کی نیز حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف "اثبات النبوۃ" لکھ کر رسالت مآب ﷺ سے فرزندان توحید کی وابستگی کو مستحکم کیا اور دشمنوں کے ہر قسم کے شکوک و شبہات کا عالمانہ انداز میں ازالہ فرمایا۔ اسی بنا پر حکیم الامت علامہ اقبالؒ نے انہیں سرمایہ ملت کا نگہبان قرار دیا۔ لہٰذا ہر پاکستانی کا دینی ملی اور اخلاقی فرض ہے کہ وہ یوم مجددؒ منا کر حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کی ترویج و اشاعت کا اہتمام کرے۔ اس لئے جملہ برادران اسلام سے پرزور اپیل کی جاتی ہے کہ صفر المظفر کا پورا مہینہ ملک کے گوشے گوشے میں امام ربانیؒ کی یاد میں جلسے منعقد کیے جائیں اور آپکی تعلیمات اور پیغام کو عام کرے
منانے کی
الداعی الی الخیر
بانی تحریک یوم مجدد
فخر المشائخ میاں جمیل احمد شرقپوری
سجادہ نشین آستانہ عالیہ شیر ربانی
نقشبندی مجددی
شرقپور شریف
ناظم دار المبلغین حضرت میاں صاحب
جامعہ شیر ربانی برائے طالبات
شیر ربانی فری ڈسپنسری
مدیر اعلیٰ ماہنامہ نور اسلام شرقپور شریف

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ
وعلیٰ آلک واصحابک یا حبیب اللہ
قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین
حضرت میاں
نقشبندی
مجددی
غلام اللہ شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ
المعروف ثانی لاثانی
سالانہ
ختم مبارک
ہر سال 17، 18 اکتوبر کو
شرقپور شریف میں منعقد ہوتا ہے
اہل اسلام سے اپیل ہے صفر المظفر کا پورا مہینہ ملک کے گوشے گوشے میں یوم حضرت مجدد الف ثانی منایا جائے
حضرت امام ربانی
مجدد الف ثانی
شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ
کا سالانہ ختم مبارک
ہر سال 27، 28 صفر المظفر کو
شرقپور شریف میں منعقد ہوتا ہے
شرکت فرما کر ثواب دارین حاصل کریں
زیر اہتمام
بانی تحریک یوم مجدد صاحبزادہ میاں
جمیل احمد شرقپوری
نقشبندی، مجددی
فخر المشائخ
سجادہ نشین آستانہ عالیہ
شیر ربانی شرقپور شریف
Ph : 056-2591054-2590791
Mobile : 0300-4243812